قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربہٖ فصلّٰی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

جولائی 1998ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوّف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے، نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے، نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کُشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوف ہے، نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دَولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وَجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوفِ اِسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوف کی عین ضِد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ **المرشد** لاہور

سی پی ایل نمبر 3

جلد 19 صفر / ربیع الاول 1419ھ بمطابق جولائی 1998ء شمارہ 12

مدیر:- چوہدری محمد اسلم ✶ سرکولیشن منیجر رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

فہرست مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
اداریہ	سرفراز حسین	3
اسلام کے دنیاوی فوائد	مولانا محمد اکرم اعوان	4
استحکام پاکستان سیرت طیبہ کی روشنی میں	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	15
نفاذ اسلام ۔ جہاد ہندوستان	مولانا محمد اکرم اعوان	37
سوال وجواب	مولانا محمد اکرم اعوان	43

ناشر: پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور:- 6314365

پتہ: ماہنامہ المرشد: اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور 5180467

ماہنامہ المرشد کے

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

نشرواشاعت: چوہدری غلام سرور

ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر: چوہدری محمد اسلم

بدل اشتراک

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	165 روپے	2500 روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بنگلہ دیش	400 روپے	4000 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	90 سعودی ریال	700 سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	25 سٹرلنگ پونڈ	130 سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	45 امریکن ڈالر	300 امریکن ڈالر
کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

اداریہ

اللہ تعالیٰ سب مخلوقات کا رازق ہے۔ پالنے والا ہے۔ اس نے ہر قسم کی مخلوقات کے لئے گوں ناگوں نعمتیں پیدا فرمائیں۔ جس سے انسان' حیوان' چرند پرند مستفید ہو رہے ہیں۔ ہر مخلوق کی اپنی غذا ہے اور وہ جبلی طور پر اسے حاصل کرنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جس طرح مخلوق کے تنوع اور اقسام کا شمار نہیں کیا جاسکتا اسی طرح انواع واقسام کی نعمتوں کی گنتی بھی ناممکن ہے اور انسانی سوچ وفکر اور حساب کتاب سے باہر ہے۔

چاند' سورج' ستاروں اور سیاروں کا ایسا مربوط نظام ہے کہ جس میں اگر ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی سقم آجائے تو سب کچھ تباہ ہو کر رہ جائے۔ جوں جوں انسان کو کائنات کے بارے میں آگاہی حاصل ہو رہی ہے' اسے اس نظام کائنات کی پرفیکشن اور جامعیت پر نہ صرف حیرانی ہو رہی ہے بلکہ اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا احساس بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ آج کائنات کی وسعت کا جو اندازہ لگایا جاتا ہے چند سال بعد یہ عقدہ کھلتا ہے کہ یہ تو نئی دریافت شدہ کائنات کا عشر عشیر بھی نہیں ہے اور یہ سلسلہ سالہاسال سے جاری ہے۔ اس موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی ابھی تک اس کائنات کے کسی کنارے یا کسی سرحد تک رسائی حاصل نہیں ہو سکی ہے۔

اس کائنات کی بے کنار وسعت اور نظام کائنات کی پرفیکشن اور جامعیت کے باوجود اس کے خالق ومالک کے نزدیک اس کی قدر ومنزلت ایک مکھی کے پر جتنی بھی نہیں ہے۔ فرمان خداوندی ہے کہ اگر اس دنیا کی حقیقت مکھی کے ایک پر جتنی بھی ہوتی تو میں کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔ نبی مکرم ﷺ کی ایک درج ذیل حدیث مبارکہ سے اس کی مزید تشریح ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ بکری کے ایک مردہ بچے کو دیکھ کر صحابہ کرام سے استفسار فرماتے ہیں کہ آپ میں سے اس مردہ بچے کا کوئی خریدار ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اس مردہ بچے کا کوئی کیا کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دنیا کی حقیقت اس مردہ بچے جتنی بھی نہیں ہے۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے جنت کی تعریف فرمائی ہے۔ اس کی کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ (جس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے) اور اس کے حصول کے لئے نہ صرف ترغیب وتحریص دی ہے۔ بلکہ اپنی کمال مہربانی سے ایک نظام' مکمل ضابطہ حیات مرتب فرمایا ہے جسے نبی اکرم ﷺ کی وساطت سے انسانوں تک پہنچانے کا بندوبست فرمایا اور ان کی ذات اور ان کے کردار کو ہمارے لئے نمونہ قرار دیا تاکہ اس نظام پر عمل کرتے ہوئے دین ودنیا کی فلاح اور انعام کے طور پر جنت عطا فرمائی جائے۔ یہ ایک ایسا نظام حیات ہے جس میں زندگی کے کسی شعبہ کو نظرانداز نہیں کیا گیا۔ جس میں نہ صرف انفرادی زندگی بلکہ اجتماعی زندگی کو کامیابی سے گزارنے کے گر بتائے گئے۔ جس کی جزئیات تک کو نبی اکرم ﷺ کے ذریعے اپنے بندوں تک پہنچایا گیا اور انسان کے پیدا ہونے سے لے کر موت تک کے سب امور کے بارے میں آگاہ فرمایا گیا ہے۔ عبادات کے علاوہ سونے' جاگنے' کھانے پینے' جنگ وامن' آداب محفل وآداب معاشرت کے اصول بتائے گئے۔ کنبہ کی ضروریات' شادی غمی' قومی زندگی' نظام معاشیات' نظام عدل وانصاف' غرض ہر موقع کیلئے' ہر موضوع پر راہنمائی فرمائی گئی۔ اس نظام کی جامعیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ جوتا پہننے اور اتارنے کے آداب تک مرحمت فرما دیئے گئے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہیں دی اس کو حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگیاں ضائع کر رہے ہیں اور جن اصول وضوابط پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسی سے پہلوتہی اختیار کئے ہوئے ہیں سوچنے اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی آخرالزماں ﷺ کی حکم عدولی کر کے کیا ہم فلاح وکامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

سرفراز حسین

اسلام کے دنیاوی فوائد

مولانا محمد اکرم اعوان (بمقام جامع مسجد اوپیہ کالونی لاہور مورخہ 97-10-22)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○
یاایھالناس انی رسول اللہ علیکم جمیعا○

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کا اعلان رسالت اور اعلان نبوت نسل انسانی کے کسی بھی فرد کا مخالف نہیں ہے یہ جو اسلام کو بعض اقوام نے اپنے خلاف سمجھ لیا ہے یا اسلام کے لئے مغرب کا یہ پروپیگنڈہ کہ اسلام تو سب سے زندگی چھین لیتا ہے۔ لوگوں کو قتل کرنے یا دہشت گردی کا نام اسلام ہے' تو ان میں سے کسی بات میں بھی کوئی حقیقت نہیں ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف مسلمانوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے اسلام صرف مسلمانوں کے لئے نہیں ہے آپ ﷺ کی نبوت رسالت بھی پورے عالم انسانیت کے لئے ہے اور اسلام بھی پورے عالم انسانیت کے لئے ہے۔ اسلام کا ماخذ ہے سلامتی۔ س۔ لام۔ میم یعنی اسلام فرد کے لئے' انسان کے لئے' بنی آدم کے لئے ہر پہلو سے سلامتی کی ضمانت دیتا ہے۔ وہ اس کے دنیاوی 'امور ہوں یا اس کے اقتصادی امور ہوں' اس کے سیاسی امور ہوں' اس کی روزمرہ کی ضروریات ہوں' اس کے ذاتی امور ہوں' قومی یا بین الاقوامی ہوں' وہ کسی خطے یا کسی ملک کا بھی رہنے والا ہو تو جہاں جہاں اولاد آدم بستی ہے ان سب کے لئے سلامتی کا پیغام دیتا ہے۔ اسلام' ہاں اسلام مخالف ہے قاعدوں کا جن میں بنی آدم کے حقوق غصب ہوتے ہیں۔ اسلام مخالف ہے ان افراد کا جو فرعون بن کر لوگوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کی گردنوں پر سوار ہیں۔ اسلام ان رسومات کا مخالف ہے جن میں کچھ لوگوں کو خدائی اختیارات تفویض کر دیئے جائیں اور ان کے یہ خدائی اختیارات مانے جائیں اور دوسروں کو ان کا محتاج اور دست نگر بنا دیا جائے۔ اسلام کسی فرد کا مخالف نہیں ہے معاشرے میں کئے جانے والے ان کاموں کا مخالف ہے جن میں کسی ایک خاص طبقے کو ناجائز طور پر بہت زیادہ سہولتیں دے دی جائیں اور دوسروں کے حقوق ان سے چھین لئے جائیں۔ اب چونکہ نظام ہائے عالم میں مختلف اقوام تھیں' مختلف ممالک تھے' مختلف نظام تھے اور ہر نظام میں کچھ لوگ طاقت کا سرچشمہ تصور ہوتے تھے' وہ بادشاہ کہلائیں یا سلاطین' وہ کوئی کونسل کہلائے یا پارلیمنٹ' وہ کوئی بھی نظام حکومت ہو ان میں کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جن کے ہاتھ میں دوسروں کی قسمت آجاتی ہے۔ اب معاشرہ ان کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔ جس چیز کو وہ انصاف سمجھیں وہی انصاف ہے جس کو وہ زیادتی جانیں وہی ظلم ہے۔ جس پر وہ کرم کر دیں اس کی سب خطائیں معاف ہو جائیں جس سے وہ بگڑ جائیں وہ بے خطا بھی لٹکا دیا جائے اسلام نے طاقت کا مرکز اس ذات کو مانا جو سارے انسانوں کی خالق اور مالک ہے یعنی اسلام نے کسی فرد' کسی ادارے' کسی شہنشاہ' کسی سلطان' کسی کونسل یا کسی پارلیمنٹ کو طاقت کا مرکز نہیں مانا نہ عوام کو نہ شیطان کو۔ اسلام نے کہا' جی! طاقت کا مرکز اللہ کی ذات ہے۔ وہ جس نے انسان کو پیدا کیا' وہ جس نے انسان کی ضروریات پیدا کیں' وہ جس نے ان کی تکمیل کے ذرائع پیدا کئے۔ وہ جس نے انسانوں کو حقوق دیئے۔ حقوق تفویض کئے' وہ طاقت کا منبع ہے۔ طاقت کا مالک ہے۔ مخلوق اس کی ہے۔ اسلام نے وہ ضابطہ حیات دیا کہ جس میں بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ اپنے کام کے اعتبار سے' اپنی ذمہ داری کے اعتبار سے اگر تفاوت ہے تو وہ ایک الگ بات ہے سپاہی کی ذمہ داری سپاہی کی ہے۔ جتنی ذمہ داری ہے اتنے اس کے بینیفٹس بھی ہیں ایک جرنیل کی ذمہ داری جرنیل کی ہے جتنی اس کی ذمہ داری ہے جتنے اس کے فرائض ہیں اتنے اس کے حقوق ہیں لیکن نہ سپاہی اپنی مرضی کر سکتا ہے اور نہ جرنیل اپنی مرضی کر سکتا ہے۔ جرنیل بھی ان ضابطوں کا پابند ہے جو بحیثیت جرنیل اللہ کا دیا ہوا ضابطہ حیات اس پر عائد کرتا ہے اور سپاہی بھی انہی ضابطوں کا پابند ہے جو بحیثیت سپاہی اللہ کا دیا ہوا ضابطہ حیات اس پر عائد کرتا ہے کسی جرنیل کی ذاتی پسند وناپسند کا محتاج سپاہی بھی نہیں ہے اور کسی سپاہی کی ذاتی پسند وناپسند کا اثر معاشرے کے کسی فرد پر بھی نہیں پڑتا یعنی کوئی بھی

فرد کسی بھی دوسرے فرد پر اپنی پسند مسلط کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ سارے معاملات اس انداز سے انجام دیئے جائیں جس انداز سے اللہ جل شانہ نے انجام دینے کا حکم دیا طاقت کا مرکز اللہ کی ذات ہے ہمارا وطن عزیز کا جو آئین ودستور ہے اس کی بنیاد بھی اسی پر ہے ہمارے آئین میں یہ بات موجود ہے کہ طاقت کا مرکز اللہ کی ذات ہے۔ آئین میں یہ الفاظ ہیں کہ حاکمیت اعلیٰ جو ہے وہ اللہ کی ہے اور کوئی بھی باقاعدہ ضابطہ یا قانون پاکستان میں ایسا نہیں بنایا جائے گا جو اللہ کی مرضی کے یا اس کے قانون کے خلاف ہو لیکن عملاً" جو کچھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جس فرد کے پاس یا جن چند افراد کے ہاتھوں میں طاقت آجاتی ہے ان کی ذاتی پسند وناپسند معیار قرار پاتا ہے حق وباطل کا تو جب اس عہد کے مسلمان کہلانے والوں کا یہ حال ہے کہ وہ کلمہ پڑھنے کے بعد' نمازیں ادا کرنے کے بعد' رکوع وسجود کے بعد' حج وغیرہ ادا کرنے کے اور تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وہ چاہتے یہ ہیں کہ ہماری مرضی دوسروں پر مسلط ہو اور پھر ایک فرد کے لئے اتنی سہولتیں جمع کی جائیں جن کا تصور بھی دوسروں کے بس میں نہ ہو بات ہو رہی تھی یہاں امریکہ کے ایک ساتھی کی' کچھ پرابلم کچھ مسائل زیر بحث تھے تو میں نے کہا کہ بھائی حاصل یہ ہے کہ ہم نے تو کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ امریکہ میں یا کینیڈا میں' یورپ میں عمر لگا کر آئے اور یہاں آکر سیٹل ہو گیا ہو۔ جب یہاں پہنچتے ہیں پھر خالی ہاتھ ہوتے ہیں۔ کیا ہوا اگر ہزار میں سے کوئی ایک آدمی کا اکاموڈیٹ ہو جائے۔ اکثریت تو انہی کی ہے جو خالی ہاتھ ہوتے ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ جب یہاں سے جاتے ہیں تو جو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں وہ پچھلے کھاجاتے ہیں واپس آتے ہیں تو وہ نہیں دیتے نہ مکان دیتے ہیں نہ زمین دیتے ہیں' نہ وہ دینا چاہتے ہیں۔ اگر وہاں سے کوئی پیسے بھیجتے رہیں ہیں تو وہ بھی یہاں والوں کی عیش وعشرت کی نظر ہو جاتے ہیں۔ واپس آتے ہیں تو نہ یہاں کچھ ہوتا ہے نہ وہاں سے کچھ لاتے ہیں تو لوگ وہاں جاتے کیوں ہیں وہاں رہتے کیوں ہیں آخر کوئی کشش تو ہوگی۔ لیکن لوگ اس کے باوجود کہ گھروالوں سے دور' والدین فوت ہو گئے' بھائی فوت ہو گئے' جنازے میں نہیں آسکے' کسی کی شادی ہے اس میں وہ شامل نہیں ہوئے نہ کسی کی خوشی میں نہ کسی کے دکھ میں شریک ہو سکے' تو وہاں کرتے کیا ہیں۔ وہاں ایک بات ہے' ماسوائے چند خاص سہولتوں کے جو حکومت کی ضرورت ہیں' باقی رہنے سہنے کے جو انداز' کھانے پینے کی سہولتیں وائٹ ہاؤس میں میسر ہیں وہ ایک عام امریکی کے گھر میں بھی موجود ہیں۔ جس طرح کا وائٹ ہاؤس میں ہے اس طرح کا کارپٹ عام امریکی گھروں میں بھی ہے جس طرح کے صوفے وائٹ ہاؤس میں ہیں اس طرح کے صوفے عام امریکی شہریوں کے پاس بھی ہیں جس طرح کی گیس' بجلی' ٹیلیفون وائٹ ہاؤس کو حاصل ہے اسی طرح کا ٹیلیفون لائن' گیس پائپ' عام گھر میں بھی موجود ہے اور مزے کی بات ہے کہ امریکہ سے تو بڑے چڑتے ہیں اور اسے گالیاں بھی دیتے ہیں' وہ الگ بات ہے مزے کی بات یہ ہے کہ وہ مہینے میں دو ہفتے وائٹ ہاؤس کا ایک حصہ' آدھا پورشن کھول دیتے ہیں لوگوں کے دیکھنے کے لئے' پریذیڈنٹ آدھے پورشن میں رہتا ہے اور اگلے دو ہفتے دوسرا آدھا کھول دیتے ہیں اور پریذیڈنٹ دوسرے پورشن میں رہتا ہے تاکہ ہر شہری یہ دیکھ سکے کہ پریذیڈنٹ بھی ویسے ہی رہتا ہے جیسے میں رہتا ہوں اور معمولی سیکورٹی کا انتظام ہوتا ہے وہ بھی جب سے یہ دھماکے شروع ہوئے' نہیں تو پہلے تو کوئی پوچھتا نہیں تھا جس کا جی چاہے اندر جائے' واپس آئے' اب وہ تھوڑا سا سرچ کا اہتمام رکھتے ہیں۔ تو ہم بھی وہاں دیکھنے گئے ہم چار پانچ ساتھی تھے' ظہر کا وقت ہو گیا تو وائٹ ہاؤس کے لان میں گھاس پر ہی اذان کہی' باجماعت نماز پڑھی' کسی نے نہیں پوچھا کیا کر رہے ہو؟ کیوں کر رہے ہو؟ یہ وہ بات ہے جو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ حکمران سے لیکر عام شہری تک سارے اس ملک کے شہری ہیں اور اس ملک کے وسائل پر سب کا برابر حق ہے جو سہولت ایک عام شہری لے سکتا ہے حکمران بھی اسی سہولت کا مستحق ہے سوائے سرکاری ضرورتوں کے' اب ہم یہاں نظر کریں تو ہمارے وزیر اعظم کا سیکرٹریٹ جو بنا ہے اس پر تین سو کروڑ روپیہ لاگت آئی ہے اسلام آباد میں اور یہ تیسرا سیکرٹریٹ ہے یعنی ایک پہلے ہوا کرتا تھا' پھر جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے شروع کرایا اور پھر اس میں مارشل لا والوں نے بھی اضافے کیا پھر بعد میں

جونیجو صاحب اسی میں آ گئے وہ دوسرا سیکرٹریٹ تھا پرائم منسٹر کا' یہ تیسرا بنا جس پر تین ارب روپیہ خرچ آیا ہے۔ جس کی مصیبت یہ ہے کہ پچھلے آٹھ دس سالوں سے وزارت عظمیٰ تبدیل ہو رہی ہے دو افراد کے درمیان یا محترمہ بینظیر آتی ہیں یا میاں صاحب آتے ہیں تو دونوں کی پسند میں فرق ہے۔ کٹلری وہ مختلف پسند کرتی ہیں یہ مختلف پسند کرتے ہیں۔ کراکری ان کی پسند اور ہے ان کی پسند اور ہے۔ جو زیب و زینت کے لئے دیواروں پر قیمتی پتھر لگے ہوئے ہیں۔ اس میں میاں صاحب کی پسند ہلکے رنگ ہیں اور بی بی کی پسند گہرے رنگ اور یوں کروڑوں روپے حکومت کی تبدیلی کے ساتھ پرائم منسٹر سیکرٹریٹ کی دیواروں غسل خانوں ٹائلٹس' کراکری اور بتیوں کی تبدیلی پر لگ جاتے ہیں۔ اب ایک مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں کہ میاں صاحب کو اونچی چھتیں پسند ہیں اور بی بی کو نیچی۔ تو وہ چھتیں روز نہیں تڑوا سکتے اس پر وہ ایک دوسرے کو کوستے رہتے ہیں وہ آئے تو وہ کہتی ہیں اس نے اونچی کرا دیں' یہ آئے تو وہ کہتے ہیں اس نے اندر وہ پردے لگوا کر نیچی کروا دیں۔ کچھ عارضی اریجمنٹس / انتظامات کرتے ہیں۔ جبکہ ایک غریب آدمی کی مصیبت یہ ہے کہ وہ رات کو سو نہیں سکتا کہ صبح بچوں کو سکول کیسے بھیجے گا' فیس نہیں ہے' وردی نہیں ہے' کرایہ نہیں ہے' کھانے کا انتظام نہیں ہوگا' کتابیں نہیں مل رہی' اس کا نام کٹ جائے گا' اس کا یہ ہوگا اس کا وہ ہوگا' یعنی اسے اپنے لئے سوچنے کی فرصت ہی نہیں کہ میرے پاس کوئی بستر چارپائی ہے کہ نہیں۔ تو یہ اتنا بڑا فاصلہ ایک عام آدمی میں اور ملک کے سربراہ میں ہے۔ آپ پریذیڈنٹ ہاؤس چلے جائیں' آپ بھول جاتے ہیں کہ آپ پاکستان میں ہیں یوں پتہ چلتا ہے کہ ہم مغلیہ عہد میں آ گئے اور کسی سلطان کے اس محل سرا میں داخل ہو گئے ہیں۔ بھول بھلیاں ہیں اور کوٹھے پر کوٹھہ اور کمرے پر کمرہ' چھتوں پر چھتیں' منزلوں پر منزلیں پتہ ہی نہیں چلتا اور مزے کی بات یہ ہے کہ انگریز کو مسلمانوں کے ساتھ یہاں پالا پڑا اور اسے سخت مزاحمت سہنا پڑی تو بڑی سازشوں کے بعد وہ کامیاب ہوا۔ ہر مسلمان حکمران کی شناخت شیروانی اور پگڑی ہوتی تھی لیکن انگریز نے چوبداروں' چوکیداروں اور بیروں کو شیروانی اور پگڑی پہنوادی۔ انگریزی لباس تو حاکموں کا ہو گیا اور جو مسلمان امراء اور سلاطین کا لباس تھا انتقاماً" اس نے اپنے کھانا سرو (Serve) کرنے والے بیروں کو' چوکیداروں کو' دروازے پر پہرہ دینے والے گارڈز کو پہنچا دیا۔ آج بھی آپ پرائم منسٹر سیکرٹریٹ چلے جائیں یا پریذیڈنٹ ہاؤس چلے جائیں تو وہی طرہ دار پگڑی اور شیروانی پہرہ دے رہی ہے اور وہی ٹائی اور سوٹ اندر کرسی پر براجمان ہے۔ اپنے اس کے مزاج کی بات ہوتی ہے ناں آپ اس کا تقابل کر کے دیکھیں کہ اگر انگریزوں نے پورے براعظم امریکہ پر بھی قبضہ کیا اور کینیڈا پر بھی۔ امریکہ والے ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ غالباً" دو سو سال پہلے کی بات ہے زیادہ دور کی نہیں۔ امریکہ والے اس حد تک گئے انگریزوں کی مخالفت میں کہ انہوں نے لباس کا انداز بدلا' پیمانے بدل دیئے' تول کے باٹ بدل دیئے' بجلی کے بٹن بدل دیئے' جوتے بند کرنے کے تسمے بدل دیئے' فوج کے رینک لگانے کا انداز بدل دیا یہاں آپ نے دیکھا یہ سارے "وی" اور "دو وی" اور "تین وی" لگاتے ہیں امریکہ والے الٹی لگاتے ہیں یہ سٹار یہاں شولڈرز پر لگاتے ہیں انہوں نے کالر پہ لگا دیئے حتیٰ کہ (Even) میں نے جرنیلوں کو دیکھا ہے کہ ان کی ٹوپی پہ لگے ہوئے ہیں انگریز بھی ٹوپی پر رینک نہیں لگاتا انہوں نے ٹوپی پر لگا دیئے۔ انگریزی زبان بدل کر Cool کو Kool کر دیا یعنی انہوں نے ہر جگہ اپنی شناخت بنائی۔ بجلی کا بٹن انگریز کے ہاں ہمیشہ نیچے آن ہوتا ہے اوپر آف ہوتا ہے' پورے امریکہ میں اوپر آن ہوتا ہے نیچے آف ہوتا ہے۔ جوتے کا تسمہ انگریز بڑے باضابطہ طور پر لائنوں میں باندھتا ہے انہوں نے سارا کراس کر دیا کہ جوتے میں تسمہ آپ کراس کر کے پہنیں۔ کیوں؟ انہیں انگریز کا آقا ہونا گوارا نہیں تھا جب تک کسی قوم کے افکار اور اس کے کردار کو آپ نہیں چھوڑتے' آپ اس کی بالادستی یا سپرمیسی سے نہیں نکل سکتے۔ علامہ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ لباس کے معاملے پر جب لکھتے ہیں تو فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کے لباس سے منع فرمایا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس قوم کا آپ لباس یا شعار اپنا لیتے ہیں اس کی بیشمار چھوٹی چھوٹی غلطیاں آپ در گزر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چونکہ وہ اس لباس کا بھی حصہ ہوتی ہیں۔ جو

شعار آپ نے اپنایا اس شعار کا بھی وہ حصہ ہوتی ہیں۔ چونکہ وہ اس کے ساتھ خود آپ کی ذات میں آجاتی ہیں تو انہیں گوارا کرنے لگ جاتے ہیں اور ان سے درگزر کرنے لگ جاتے ہیں' یوں اس قوم کی بالادستی سے کبھی نہیں نکل سکتے یہ بات سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی کہ آزاد فرد کے لئے چاہئے کہ اس کا رہن سہن انداز بات کرنے کا طریقہ اس کا لباس سب آزادانہ ہو کسی کے تابع نہ ہو۔ ہمارے ہاں تو غلامی اس طرح رچ بس گئی ہے۔ کہ میں نے خود یورپ میں' برطانیہ میں' انگریزوں کو انگریزی بولتے بے تکلف دیکھا ہے جب کہ یہاں بڑی اس کی مین میخ درست کرکے بولی جاتی ہے کہ اس میں فل سٹاپ کہاں کہاں ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیٹ کا مرض تھا اور وہ جو وغیرہ کی روٹی ہضم نہیں کر سکتے تھے۔ مدینہ منورہ میں گندم ناپید ہوگئی لوگوں کا جو پر گزارہ تھا اور امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہی کھاتے تھے جس سے بیمار پڑ گئے' طبیب بلائے گئے اور اطبار نے تنگ آکر کہا کہ حضور آپ جب تک جو کھاتے رہیں گے ہم دوائی دیتے رہیں گے کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ خرابی کا اصل سبب تو یہ ہے۔ اب ایک آدمی کے لئے گندم کی دو چپاتیاں اور اس میں عذر شرعی بھی موجود ہے کہ صحت کے لئے ضروری ہے تو کیا حکومت اسلامیہ ایک بندے کو دو چپاتیاں مہیا نہیں کر سکتی جبکہ وہ بندہ پوری سٹیٹ کا سربراہ ہے۔ آپ نے فرمایا عذر شرعی موجود ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ امیرالمومنین کو عذر شرعی کا بہانہ لیکر وہ سہولتیں اپنانی چاہیں جو وہ عام شہری کو نہیں دے سکتا۔ جب تک مدینہ کے لوگوں کو گندم کی روٹی میسر نہیں ہوگی میں گندم کی روٹی نہیں کھاؤں گا مجھے کل اللہ اور اللہ کے رسول کے سامنے میدان حشر میں پیش ہونا ہے یا ایک عام آدمی کو اجازت ہے کہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے سوال کرلیتا ہے کہ جی یہ تو چادریں جس کا آپ نے کرتہ پہن رکھا ہے فلاں سال غنیمت میں آئیں تھیں ہم اس جنگ میں شریک تھے۔ ہمیں ایک ایک چادر ملی اور ایک چادر سے کرتہ نہیں بنتا امیرالمومنین نے کرتہ پہن رکھا ہے۔ آپ نے دو چادریں کہاں سے لیں تو آپ نے بیٹے کی طرف اشارہ فرمایا کہ اسے جواب دو تو انہوں نے اٹھ کر کہا کہ ایک چادر میں نے اپنے حصے کی اباجی کو دی ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے اب بات کریں' اب فرمایئے۔ منبر پر بیٹھے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہی پوچھ لیا کہ لوگو میں نے آدھی دنیا فتح کرڈالی وسیع حکومت ہے میرے پاس اور بے پناہ اختیارات ہیں اب اگر میں حضور ﷺ کی سنت سے بھٹک جاؤں تو..؟ ایک بدوی کھڑا ہوگیا اور اس نے میان سے تلوار کھینچ لی اس نے کہا کہ ہمارے بازوؤں میں دم ہے ہم آپ کو سیدھا کردیں گے یہ وہی بازو ہیں جو اس نظام کو نافذ کرنے کے لئے کام آئے اگر آپ اس سے باہر نکلیں گے تو ہم آپ کو سیدھا کرلیں گے یعنی حاکمیت اعلیٰ خلیفہ وقت کے پاس نہیں' ہے۔ امیرالمومنین کے پاس نہیں ہے بلکہ اللہ کی ہے' اللہ کے دین کی ہے اور وہ بھی پابند ہے انہی فیصلوں کو نافذ کرنے کا جو اللہ فرماتے ہیں۔ بڑی عجیب بات یہ ہے کہ اپنی ساری اسلام دشمنی کے باوجود وہ معاشرہ جنہوں نے اسلام کو بحیثیت دین قبول نہیں کیا' دنیاوی مسائل کا حل انہوں نے اسلام سے تلاش کرلیا۔ مثلاً" آج دنیا کے معاشی میدان میں' جاپان نے سب کو مات کردیا اور کتنی عجیب بات ہے کہ جاپان کا پورا ملک امریکہ کے جو آٹھ دس بڑے شہر ہیں' ان میں سے کسی ایک شہر کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ آٹھ دس ایسے شہر امریکہ میں موجود ہیں جن میں سے ہر ایک شہر کی وسعت جاپان کے پورے ملک سے زیادہ ہے۔ جاپان چھوٹا سا جزیرہ نما ہے جس میں آدھا علاقہ آتش فشاں پہاڑوں کا ہے گردا گرد سمندر ہے اور چھوٹی سی جگہ ہے لیکن معاشی میدان میں وہ ساری دنیا کے بعد امریکہ کو بھی مات کرگیا ہے۔ امریکہ ایک قدم دوڑے' اگر ایک قدم اٹھائے تو شائد جاپان ہزار قدم اٹھائے تب بھی برابر نہ آئے لیکن وہ کتنا تیز دوڑ رہا ہے کہ امریکہ سے آگے نکل رہا ہے۔ وجہ یہ ہے میں نے اس پر تحقیق کی اور پتہ چلا کہ مدتوں سے انہوں نے اپنا معاشی نظام' بنکنگ سسٹم اس طرح بدل دیا ہے جس طرح اسلام نے راہنمائی کی۔ مالیاتی نظام انہوں نے اسلام سے لیا اور جاپان کا کوئی بنک کسی کو سود پر قرضہ نہیں دیتا۔ جتنے پیسے کسی کو دیتا ہے اس میں بنک کی شراکت ہوتی ہے۔ اگر اس نے کسی ایک آدمی کے بزنس میں آدھا پیسہ لگایا ہے تو بنک جب تک اس کا پیسہ لگا ہوا ہے

منافع میں سے آدھا لیتا رہے گا اور اگر وہ اس کا پیسہ ایک چوتھائی واپس کر دیتا ہے تو باقی چوتھائی پر چوتھائی منافع لیتا رہتا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ حکومت پاکستان کے اقتصادی ماہرین جسے ناقابل عمل کہتے ہیں اپنی ساری اسلامیت کے باوجود' وہ غیر مسلم معاشرہ جو اللہ کو مانتا بھی نہیں' پر عمل کر رہا ہے جنگ عظیم دوئم سے پہلے ہر جاپانی کا اعلان یہ تھا کہ بادشاہی خدا کا اوتار ہے جو بادشاہ کرتا ہے وہی حق ہے اور وہی انصاف ہے اب وہ جنگ عظیم کے بعد بعض لوگوں کی جب دنیا کے ساتھ آمدورفت ہوئی اور یہ نیا میڈیا اور نئی چیزیں سامنے آئیں تو پرانے لوگ تو اب بھی اسی عقیدے کے ہیں لیکن اکثریت جو ہے وہ ان کی فری سٹائل ہو گئی' کسی کو بھی نہیں مانتے۔ لیکن دنیا میں رہنے کا شعور تو ان کے پاس ہے۔ اور انہیں پتہ ہے کہ معاشیات کا حل کہاں تھا اور انہوں نے وہاں سے لے لیا۔ دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں پیش پیش امریکہ ہے اور یہ ہمارے ہاں جتنے مسائل ہیں' بنیادی طور پر امریکہ کے پیدا کردہ ہیں۔ ایشیائی اور افریقی ممالک پر امریکہ کا خاصا کرم ہے کہ انہیں غلام رکھا جائے اور ان کے وسائل سے اپنی ضرورتیں پوری کی جائیں اور بڑے مزے سے کر رہے ہیں۔ جنگ عظیم کے بعد تیل کی دریافت مشرقی وسطی کے ممالک میں ہوئی اور قسمت امریکہ اور کینیڈا کی بدل گئی یعنی جتنا اس کا ثمر یا پھل تھا وہ وہاں نظر آتا ہے۔ جب تک یہاں تیل نہیں نکلا تھا وہاں بازاروں میں اینٹیں لگی ہوئی تھیں اور سواری کے لئے گھوڑا گاڑیاں تھیں تیل مشرقی وسطی میں نکلا اور قسمت ان کی بدل گئی کہ اب پرائیویٹ آدمی بھی سودا لانے کے لئے چھوٹا ہیلی کاپٹر استعمال کرتا ہے اور دکانیں' جو بلی سٹور' ان کی چھتوں پر ہیلی پیڈ بنے ہوئے ہیں۔ گھروں کی چھتوں پر ہیلی پیڈ بنے ہوئے ہیں تو وہ سارے جو اس کے ثمرات تھے وہ وہاں جا کر ظاہر ہوئے۔ اس لئے وہ اس خطے کو' پورے ایشیا و افریقہ کو دبا کر رکھنا چاہتے ہیں' ان کے ان داتا بنے ہوئے ہیں۔ وسائل انہی کے ہوتے ہیں' سرمایہ انہی کا ہوتا ہے انہیں مزید اس میں الجھاتے چلے جاتے ہیں۔ اب ہمارے ہاں امریکہ کی غلامی ہوئی' انقلاب انقلاب کے نعرے لگے۔ حکومت جو ہے وہ کلیپس ہو گئی' اسمبلیاں ٹوٹ گئیں' پھر الیکشن ہوئے نئی حکومت بنی اس میں پتہ نہیں مینڈیٹ کیا ہوتا ہے کوئی مینڈیٹ چڑھایا جاتا ہے' یا کیا ہوتا ہے۔ بہرحال اس سارے دھوکے کے بعد نتیجہ کیا ہوا کہ پہلے قرضوں کا سود ادا نہ کرنے کیلئے اپنے روپے کی قیمت کم کر دو تاکہ تمہیں نیا قرضہ دیا جائے بھی اگر یہی جھک مارنی تھی تو اس ساری مصیبت کی کیا ضرورت تھی یہ تو کر رہی تھی بے نظیر بھی' پھر اسی کو (Continue) کرنے دیتے یہی تو وہ وجہ تھی جس پر آپ نے یہ حکومت ختم کی تھی کہ یہ لوٹ کر کھا گئے ملک کنگال ہو گیا اب پھر ڈیویلیوایشن ہو گی روپے کی اور مزید قرضے آئیں گے ورنہ ملک ڈوب جائے گا' تو آپ نے ایک حکومت توڑ دی' اربوں روپے الیکشن پہ لگے' اربوں روپے آپ کی (Care taker) گورنمنٹ کھا گئی۔ اربوں روپے لوٹے تھے لوگوں نے اور اس کے بعد نتیجے میں جو حکومت آئی اس نے وہی کیا جو سابقہ حکومت کرتے جا رہی تھی۔ تو اگر سو جوتا ہی کھانا تھا تو سو پیاز کس خوشی میں کھا لیا یہ تو وہی بات ہوئی ناں کہ سو جوتا بھی کھا لیا سو پیاز بھی کھا لیا لیکن وہاں خود امریکی اکانومی میں اب صورت حال یہ ہے کہ امریکہ میں بعض حالات میں ستر فیصد سے زیادہ انکم ٹیکسز میں چلی جاتی ہے بہتر تک تو نوٹ کی گئی ہے بیوی بچوں اور بوڑھے والدین کے سلسلہ میں مراعات کو منہا کر کے یہ شرح پچاس پرسینٹ تک آ جاتی ہے یعنی پچاس سے لیکر ستر فیصد تک ہر شخص کی آمدن جو ہے وہ ٹیکس میں جا رہی ہے لیکن ان کے ماہرین کا تجزیہ یہ ہے کہ ہماری معاشیات اگر اسی نظام کے تحت چلتی رہی تو 2030ء میں یہ حالت ہو جائے گی کہ ہر امریکی اسی فیصد سے زیادہ ٹیکس دے گا تو جب آپ کسی قوم کے ہر فرد سے اس کی تنخواہ کا اسی فیصد واپس لے لیں گے یا اسے دیں گے ہی نہیں تو وہ کام کیوں کرے گا۔ ملازمت کیوں کرے گا وہ تو پھر چوری کرے گا یا ڈاکے ڈالے گا۔ اسے کیا ضرورت ہے کام کرنے کی کہ مہینہ بھر کام کرے اور اسی فیصد گورنمنٹ لے جائے۔ یہ تو کلیپس کر جائے گی۔ پھر اس کو کیا کیا جائے اس سے کس طرح نکلا جائے اس بحران سے' تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ ہمارے ہاں ہم افراد کو ٹیکس کرتے ہیں اس کو چھوڑ دیں یہ اگر آپ نے بچنا ہے تو آپ سرمائے کو ٹیکس کریں جس کے پاس جتنا سرمایہ ہے اس کا اتنے فیصد وہ

حکومت کو دے اب یہ وہ اصول ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت محمد ﷺ نے اور اللہ کے قرآن نے دیا تھا کہ ٹیکس جو ہے وہ سرمائے پر ہے جسے اسلام زکوٰۃ کہتا ہے۔ یہی وہ ٹیکس ہے جو سرمائے پر ٹیکس ہے۔ امریکہ اسلام کے سب سے بڑے مخالفین میں سے ایک ہے۔ اس کے باوجود اسلام ہی کے اصولوں میں اسے بقا نظر آرہی ہے۔ برطانیہ نے اسلام کے خلاف پورے یورپ کی قیادت کی بلکہ صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں بھی رچرڈ انگلینڈ سے بیت المقدس میں اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے آیا تب سے اب تک برطانیہ پورے یورپ کو لیڈ کر رہا ہے اسلام کی مخالفت میں لیکن پورے برطانیہ میں ویلفیئر سسٹم جو ہے وہ وہ ہے جو قرآن نے دیا یعنی کافر دنیا جو اسلام کے مخالف ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ اسلام افراد پر زیادتی کرتا ہے اس لئے ہے کہ جو برسر اقتدار ہے وہ فرعون بنا ہوا ہے اور اسلام ان کی فرعونیت کو چیلنج کرتا ہے اسلام انسانوں کے خلاف نہیں ہے دنیا میں کسی کے بھی خلاف نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ رسول ہیں ہر اس فرد کی طرف جو دنیا پر عاقل و بالغ ہے یا جو آیا ہے یا آئے گا بعثت سے لیکر قیامت تک' تمام اولاد آدم کے لئے۔ وہ بستی کہیں ہو کسی ملک میں ہو۔ کسی حال میں ہو اس کے لئے حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے رسول ہونے کا مطلب وہی ہے جو میرے اور آپ کے پاس ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری دنیاوی مصیبتوں کا حل بھی حضور ﷺ کے پاس ہے ہماری زندگی کا حل بھی حضور ﷺ کے پاس ہے۔ ہماری موت کا علاج بھی حضور ﷺ کے پاس ہے۔ عذاب قبر کا نسخہ بھی ہمارے پاس حضور ﷺ کا امتی ہونا ہے اور میدان حشر کی سلامتی کی ضمانت بھی ہمارے پاس یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کے امتی ہیں۔ یہ رحمتیں تو وہ فرماتے ہیں' میں ہر انسان کے لئے اپنے دامن میں لئے بیٹھا ہوں یاایھاالناس اے اولاد آدم انی رسول اللہ علیکم جمیعا○ میں تم میں سے ایک ایک فرد کے لئے اللہ کا رسول ہوں یعنی یہ نعمتیں یہ رحمتیں' یہ کرم کے دریا تم سب کے لئے میرے دامن میں موجود ہیں بات صرف یہ ہے کہ تم لینا چاہو۔ تو اسلام لوگوں کا مخالف ہم نے بنا لیا ہے' اپنے کردار سے۔ ہمارے کردار کو جب دیکھا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اگر یہ اسلام ہے تو اس میں تو انسانیت کی تباہی ہے۔ اب اگر جاپانیوں کو آپ اسلام سمجھانا چاہیں جو شراکت کے اعتبار پر دنیا کو مار رہے ہیں' آپ انہیں پاکستان کا سودی بنکنگ سسٹم دینا چاہیں' وہ کہیں گے یہ اسلام نہیں ہے یہ تو مضر ہے۔ اسے تو ہم نے رد کر کے چھوڑ دیا' یہی حال دنیا کے باقی ممالک کا ہے۔ ہزار برائیوں کے باوجود یورپ میں' امریکہ میں آپ ایک چیز منگا لیتے ہیں۔ ٹیلیفون پر منگا لیتے ہیں آپ کے گھر وہ ان کا کارندہ چھوڑ گیا دکان والوں کا آپ نے ہفتہ بعد لفافہ کھولا وہ تو صحیح نہیں ہے آپ پھر ٹیلیفون کرتے ہیں جناب کمال ہے چیز ٹھیک نہیں ان کا نمائندہ پھر آئے گا وہ خراب چیز لے کے جائے گا۔ صحیح دے کے جائے گا ساتھ معافی بھی مانگیں گے کہ جی غلطی ہو گئی یہاں آپ پیسے بھی فالتو دیں چیز لیکر دکان سے باہر نکل آئے وہ ٹوٹی ہوئی جان بوجھ کر لفافے میں ڈال دیں واپس جائیں وہ کہیں گے ہم تو آپ کو نہیں پہچانتے آپ کب آئے تھے ہماری دکان پر' دھکے دیکر باہر نکال دیں گے دیکھا یہ جانا چاہیے' کہ کیا یورپ یا مغرب شروع سے ایسا تھا؟ نہیں! لوٹ کر کھانا تو ان کی عادت تھی تاریخ میں ان کا نام ہے یورپین کو مورخ لکھتا ہے "غاروں کے باسی جنگلی لوگ" جب اسلام دنیا پر چھایا تو انہوں نے Study کیا کہ مخالفت اپنی جگہ' دیکھیں تو سہی آخر یہ دنیا پر چھانے کے کوئی انداز' کوئی طریقے' کوئی وجہ کہ ساری دنیا لاٹھی سے ہانک کر آگے نہیں لگائی جاسکتی۔ آپ تلوار کے زور سے ملک تو فتح کر سکتے ہیں لیکن دلوں کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ جبکہ وہ دور بھی گیا اب تلوار سے بھی ملک فتح نہیں ہوتے وہ عہد بھی گیا اب نیا زمانہ ہے نیا دور ہے اب ممالک اگر کوئی قابو کرتا ہے تو اقتصادیات سے' پروپیگنڈے سے' اور باتوں سے' اب توپیں نہیں چلتیں۔ اب باتیں چلتی ہیں۔ منہ کھلتے ہیں اور اقتصادی مار دی جاتی ہے جسے کمزور کرنا ہو اور جسے لیڈ لینی ہو وہ معاشیات میں آگے نکل جاتا ہے۔ لیکن اس میں بھی آپ لوگوں کے دل تو قابو نہیں کر سکتے انہوں نے مطالعہ کر کے دیکھا کہ لوگوں کو یہ فائدہ ہے اس میں مالی اعتبار سے' جانی اعتبار سے' تحفظ کے اعتبار سے اور وہ چیزیں

انہوں نے اپنائیں۔ اب پانی کی خاصیت ہے پیاس بجھانا' وہ کافر پیئے یا مومن دونوں کی پیاس مٹاوے گا۔ اخروی نتائج کے اعتبار سے مومن کا محاسبہ الگ ہوگا کافر الگ ہوگا۔ اچھا کھانا ہے وہ صحت بھی دے گا' بھوک بھی ختم کرے گا اب وہ اعتبار وہاں کہ تو نے کھا کے شکر کیا یا تو نے حلال کمایا یا حرام تھا وہ ایمان اور کفر کے حساب سے اس کے نتائج الگ ہونگے دنیا میں کافر پانی پیئے گا پیاس بجھے گی مومن پیئے گا پیاس بجھے گی۔ دنیاوی نتیجہ برابر اسی طرح معاشی نظام کو مومن اپنائے گا خوشحال ہو گا کافر اپنائے گا دنیاوی اعتبار سے خوشحال ہو گا تو وہ چیزیں کافر معاشرے نے اپنالیں آپ یہ بھول جائیے کہ مغرب میں جمہوریت ہے یہی بدمعاشی وہاں بھی ہے جو یہاں ہے۔ ایک کتاب وہاں چھپی تھی میں وہاں سے لے آیا تو امریکہ کی ایک ریاست کا وہ ایک آدمی جو ان کی سینٹ کا ممبر رہا اکیس برس اب اس کا بیٹا ہے یعنی جس خاندان میں اقتدار واختیار آگیا وہ اپنی خاندانی وراثت بنائے ہوئے ہیں وہاں۔ یہی حال برطانیہ کا بھی ہے جو' جو خاندان اور جو جو فیمیلیز آجاتی ہیں اس میں' رولنگ لاٹ میں' تو صدیوں سے حکومت کر رہے ہیں اور یہ ہم نے یہاں نظام اپنائے ہیں کہ بچے کو آپ نے جے وی ٹیچر لگوانا ہے تو ایم این اے کی سفارش ہوگی پرائمری سکول کے ماسٹر نے یہاں سے وہاں تک تبدیل ہونا ہے تو ایم پی اے کی سفارش ہوگی درخواست پر۔ یہ انہوں نے وہاں سے لئے ہیں کہ ہر آدمی کو ان لوگوں کا جو اسمبلی اور سینٹ کے ممبر ہوتے ہیں ان کا محتاج کردو تاکہ وہ نسل در نسل وہی آتے رہیں گلی پکی کرانی ہے تو بھی انہیں سے فنڈ لو بیمار ہو ہسپتال جانا ہے تو بھی انہی کی چٹ چاہیے تاکہ لوگ ان کے محتاج رہیں اگلے الیکشن میں پھر وہی آئیں یہ تجربہ بلکہ یہ تو ساری چیزیں وہیں سے لاتے ہیں یہ پلوں پر ٹیکس جو ہے یہ بھی نیویارک میں شروع ہوا تھا وہاں سے ہی آیا کہ جو پل بناؤ اس پر ٹیکس لگا دو پل پر دس لاکھ لگا تھا دس کروڑ بھی جمع ہو جائیں تو ٹیکس چلائے جاؤ تو اس کافر معاشرے کے افراد جو برسر اقتدار ہیں وہ کلمہ اس لئے نہیں پڑھتے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد ان کی فرعونیت جاری نہیں رہ سکتی۔ جہاں تک اسلام کی افادیت کا تعلق ہے اور اسلامی اصول اور قوانین جس طرح معاشرے کے لئے مفید ہیں اس کے وہ قائل ہیں۔ انہیں وہ زندہ رہنے کے لئے اپنا لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو یہ شعور بھی نہیں ہے جہاں ایمان کا دعوی کیا جاتا ہے۔ مزہ تو جب ہے کہ ہمارا پریذیڈنٹ ہاؤس یا ہمارا پرائم منسٹر سیکرٹریٹ بھی کھول دیا جائے لوگوں کے لئے اور انہیں دکھایا جائے کہ بھئی وہی کچھ ہے یہاں جو تمہارے پاس ہے۔ جبکہ کافر دنیا میں ایسا ہو رہا ہے جن پر ہم روزانہ کروڑوں لعنتیں بھیجتے ہیں وہ اس معاملے میں ہم سے بہتر ہیں تو مسلمانوں کے لئے کتنا باعث شرم ہے کہ ہمارا کردار جب اس کے حوالے سے اسلام کا تعارف ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے یہ تو انسانیت کی بربادی کے لئے ہے یعنی جب ہمارے حوالے سے اسلام پہچانا جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں کہ بندوقیں لیکر چڑھ دوڑیں اور مسجد میں نمازیوں کو قتل کر دیا ڈھیر کر دیا۔ لے گئے اور جناب ایک عبادت خانے میں مارا اور جو لوگ وہاں تھے انہیں تباہ کر دیا۔ اگر یہی اسلام ہے تو اسلام تو انسانیت کے خلاف ہے یعنی ہماری وجہ سے اسلام نے تاریخ میں پہلی مرتبہ جنگ ختم کر دی۔ انسانی تاریخ کیا ہے اگر اس کا تجزیہ کیا جائے تو صرف جنگوں کی داستان ہے جسے آپ انسانی تاریخ کہتے ہیں وہ صرف لڑائیوں کا تذکرہ ہے فلاں قوم فلاں پر غالب آگئی فلاں نے فلاں جگہ حکومت بنائی ساری تاریخ کا حاصل یہ ہے لیکن اسلام نے پہلی دفعہ انسانوں کے مابین جنگ ختم کر دی (No War) کہیں کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ جنگ کیا تھی ایک قوم دوسرے کو مغلوب کرنے کے لئے اس کے افراد کی جان لیتی اس کے وسائل چھینتی اس کی عزت نفس کو کچلتی تاکہ کبھی یہ سر اٹھانے کے لئے جرات نہ کر سکے سوچ بھی نہ سکے' اسلام نے منع کر دیا' اسلام نے نیا فلسفہ دیا اور وہ تھا جہاد' جہاد قوموں' ملکوں اور افراد کے خلاف نہیں تھا ان کے ظلم وستم کے خلاف تھا ظلم سے باز آجائے اس کے خلاف کوئی جنگ نہیں۔ آپ نے بندوق اٹھائی اگلے نے کلمہ پڑھ لیا آپ فائر نہیں کر سکتے آپ بندوق رکھ کر اسے سینے سے لگائیں گے یعنی جہاد اس کے کافرانہ ظلم کے خلاف تھا اس سے وہ تائب ہو گیا بات ختم ہو گئی۔ پھر فرمایا جہاد میں ان لوگوں پر تلوار اٹھا سکو گے جو مقابلے میں تلوار اٹھائیں گے۔ کسی نہتے پر کسی ایسے پر جو جنگ میں حصہ نہ لے رہا ہو۔ کسی

عبادت خانے میں اور کسی عبادت گزار پر' کسی بوڑھے' کسی ضعیف' کسی عورت کسی بچے پر تلوار نہیں اٹھائی جائے گی۔ آپ دنیا کی تاریخ سے نکال کر دکھائیں کہ حضور ﷺ سے پہلے کسی نے یہ جنگی اصول دیئے ہوں۔ اب مزے کی بات یہ ہے کہ جس اسلام نے دشمنوں کی جان ومال' آبرو تحفظ کا ذمہ لیا اس اسلام کو ہمارے حوالے سے دیکھ کر دہشت گردی کہا جاتا ہے اور اگر ہمارا کردار دیکھاجائے تو اس کے سوا ہے کیا سوائے ظلم کے' بربیت کے' جور کے' ایک غریب آدمی کے حقوق جن کے لئے وہ کھلی کچہریوں میں درخواستیں لیکر جاتا ہے اور وہ بیوقوف یہ نہیں سمجھتا کہ وزیراعظم سیکرٹریٹ کے ایک ایک کمرے میں لگے ہوئے قیمتی پتھروں کے نیچے لاکھوں مزدوروں اور لاکھوں غریبوں کے حقوق دفن ہوگئے۔ وہ پتھر آسمانوں سے نہیں اترے۔ اسی رقم سے لگے ہیں جو آپ کا حق تھا۔ آپ کا حق دبا کر انہوں نے اپنے محلات بنا لئے اب فرعون کے محل سرا میں آپ اپنے اس مرلہ زمین کے لئے درخواست لئے پھرتے ہیں جس پر اس کے محل کا ایک پایہ آگیا ہے۔ ۔ ۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

اس کے پاس انصاف لینے جاتے ہو جس نے ظلماً" تمہاری جان' مال آبرو پر اپنا محل تعمیر کرلیا۔ جس طرح کافر دنیا کے لیڈر اپنی فرعونیت کے لئے اسلام کو چیلنج سمجھتے ہیں اسی طرح وطن عزیز میں حکومتی پارٹی کے یہ کلمہ گو فرعون بھی اپنی فرعونیت کے لئے اسلام کو چیلنج سمجھتے ہیں اسلام کا بس چلے تو وہ دو کمروں کا گھر وزیراعظم کو بھی دے اور یہ تین تین ارب کے بنے ہوئے محلات یہ اس قوم کے لئے درس گاہوں میں تبدیل کردے بھلا ایک شخص کے رہنے کے لئے ایک مربع زمین پر چھ منزلہ عمارت کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کے ایک پرائم منسٹر سیکرٹریٹ میں ایک پرائم منسٹر کی دیکھ بھال کے لئے پانچ سو خادم ہیں۔ ان میں آپ وہ ملازمین جو فوج کے اور پولیس کے ہیں ان کو شمار نہ کریں۔ صرف اس عمارت کے خدام باورچی' چوکیدار' فراش ان کی تعداد پانچ سو ہے اچھا ہے قوم روزگار پر لگی ہوئی ہے۔ اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس کا ایک پہلو یہ ہے چلو پانچ سو لوگوں کا روزگار بنا ہوا ہے لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ وہ پانچ سو لوگ اس روزگار کے حقدار نہیں ہیں بلکہ اس عمارت کے اتنے ہی مستحق ہیں جتنا وزیراعظم ہے۔ وہ قوم کی' ملک کی امانت ہے۔ اور ملک کا ہر فرد اس میں برابر کا حصہ دار ہے' ہمیں تو شرم آتی ہے بات کرتے ہوئے اور ہمیں کرنی نہیں چاہئے ہمیں زیب نہیں دیتا۔ ایرانیوں نے قاصد بھیجا دارالخلافہ کہ یہ مسلمانوں کی فوجیں قدم بقدم بڑھی آرہی ہیں ان کے سلطان سے' ان کے شہنشاہ سے بات کی جائے' کہ بھئی تم ہمارے ساتھ کیا چاہتے ہو' ہم اپنے ملک میں بیٹھے ہیں۔ تم اپنے ملک میں بیٹھے ہو' ہمارا تمہارا کیا تنازعہ ہے۔ جس کا سادہ سا جواب مسلمانوں نے یہ دیا تھا کہ ہمارا تمہارے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہمارے نبی تمہارے بھی نبی ہیں ہمارے رسول تمہارے بھی رسول ہیں وہ ایک نظام لائے ہیں جس میں کوئی فرد دوسرے کے حقوق نہیں چھین سکتا وہ نظام تم اپنا لو ہم اپنے گھر خوش تم اپنے گھر خوش اگر نہیں اپناؤ گے تو تمہاری فرعونیت کا مقابلہ ہماری تلواریں کریں گی بات ختم یہ بات کرنے کے لئے ان کا شاہی وفد مدینہ منورہ آیا اور وہ جب شہر سے دور تھا تو اس کے ذہن میں تصور تھا اپنے اس شہر کا جو دارالخلافہ ہے اور وہاں تو دریا کے پار عمارتیں تھیں یہ گل برگ کا تصور قدیم ایرانیوں سے آیا ہے پھر امریکہ نے لیا پھر یہاں آیا کہ ایک الگ بستی بسائی جائے جس میں صرف امراہوں جہاں غریبوں کا گزر نہ ہو اس میں وہ بہت سی سہولتیں جمع کردی جائیں تو شہر دریا کے اس پار تھا اور شاہی رہائش گاہ اور امراء کی رہائش گاہ دریا کے اس پار ہوتی تھی جس میں قصر ابیض تھا سفید محل تھا اور دوسرے تو وہ سوچ رہا تھا کہ یہ مدینہ بھی کوئی اس طرح کی بستی ہوگی شاہی محلات ہونگے بڑی بڑی رہائش گاہیں ہونگی اور امراء کے اور جرنیلوں کے گھر ہونگے اس نے کسی سے پوچھا بھئی مدینہ کتنی دور ہے اس نے کہا نظر تو آرہا ہے یہ گاؤں' یہ بستی یہی مدینہ ہے' اس نے کہا' اس میں شاہی محل کدھر ہے۔ اس نے کہا اس میں بادشاہی کوئی نہیں شاہی محل کہاں ہوگا۔ تو پھر کون چلاتا ہے اس ملک کو؟ اس نے کہا امیرالمومنین ہیں۔ خلیفۃ الرسول ہیں۔ مسلمانوں کے امیر ہیں۔ ان کا دفتر؟ س نے کہا مسجد نبوی کمال ہے

ایک دنیا کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے اس شخص نے پھر اس کے پاس رہنے کو گھر نہیں ہے اس کے پاس بیٹھنے کو دفتر نہیں ہے کوئی چوبدار چوکیدار نہیں ہے کیا مصیبت ہے مسجد میں گئے تو انہوں نے پوچھا جی ایران سے وفد آیا ہے امیرالمومنین سے ملنے۔ انہیں بتایا گیا کہ وہ قیلولہ کرنے کے لئے نکل گئے ہیں اس طرف باغ میں۔ دوپہر ہے کہیں ریسٹ کر رہے ہونگے۔ باغ میں گئے اب وہ ایرانی وفد کا سربراہ ساتھ تھا تو سیدنا فاروق اعظمؓ ایک کھجور کے نیچے ہاتھ کا تکیہ بنا کر ریت پر لیٹے ہوئے تھے تو کھجور کا سایہ تو نہ ہونے کے برابر ہے جب لیٹے تو سایہ تھا۔ دس منٹوں میں سایہ آگے چلا گیا دھوپ آگئی تو آپ سو رہے تھے اور اس دھوپ کی وجہ سے پسینہ ٹپک ٹپک کر ریت میں جذب ہو رہا تھا انہوں نے کہا کہ امیر آرام کر رہے ہیں۔ کہنے لگا' ہمارے شہنشاہ ایسے محلات میں رہتے ہیں کہ جہاں اندر بندہ داخل بھی ہو جائے تو بادشاہ تک پہنچنا اس کے بس کی بات نہیں ہے اتنے کمرے اتنی گلیاں اتنا وسیع محل ہے اور اس کے باہر فوجوں کے پہرے ہوتے ہیں لیکن انہیں نیند نہیں آتی اور یہ شخص' اس نے دنیا کے ساتھ ٹکر لے رکھی ہے اور آدھی دنیا کو فتح کر چکا ہے اور یہ اس طرح پڑا سو رہا ہے اس ایرانی کے الفاظ ہیں وہ کہنے لگا' سمجھ آگئی وہ ظلم کرتے ہیں اور بے چین رہتے ہیں یہ عادل ہے اس کے دل میں فکر نہیں ہے۔ اب اسلام وہ ہے' ہم اپنا موازنہ کریں تو کیا ہم مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں بھی کہ نہیں۔ حکمرانوں کو چھوڑو ہم تو حکمرانوں پر تنقید کرنے کے عادی ہو گئے ہیں ہمارے پاس اختیارات ہوتے تو خدا نہ کرے ہم بھی ویسے ہی ہو جاتے۔ مولانا رومیؒ نے فرمایا تھا نفس ما را کمتراز فرعون نیست۔ اوراعون مارا عون نیست کہ نفس ہمارا فرعون سے کم نہیں ہے اس کے پاس طاقت تھی ہمارے پاس طاقت نہیں ہے طاقت ہوتی تو شائد ہم ویسے ہو جاتے۔ ہمیں تو تلاش ان کی ہے جنہوں نے اٹھ کر کہہ دیا تھا کہ "ہمارے بازوؤں میں قوت ہے ہماری تلواریں تمہیں سیدھا کر دیں گی" وہ کہاں گئے وہ مفلس' وہ فقیر' وہ غریب' وہ پھٹے ہوئے کپڑوں والے لوگ' وہ کہاں گئے جن میں یہ جرات تھی جو فاروق اعظمؓ سے بھی اٹھ کر کہنے لگے کہ آپ سنت کے راستے سے ہٹیں گے تو ہماری تلواریں آپ کو سیدھا کر دیں گی ارے آج تمہارے سامنے عمرؓ نہیں ہے۔ ہمارے سامنے تو اس عہد کے فرعون ہیں۔ تمہاری تلواریں کیوں زنگ آلود ہو گئیں کہ ان تلوار بازوں کی امیدیں اللہ سے وابستہ تھیں اور ہم نے اپنی امیدیں ان فرعونوں کے دروازوں سے جوڑ رکھی ہیں جو چھین کر کھانے والے ہوتے ہیں وہ کسی کو خیرات نہیں دیا کرتے۔ یہ تو ہمارے نوالے چھین کر اپنے لئے عشرت کدے تعمیر کر رہے ہیں۔ ان سے امید کرم کیوں رکھتے ہو ان سے امید وفا کس برتے پر۔ اب اس دین کی چوکیداری ہماری کوتاہی کی وجہ سے کمزور پڑ رہی ہے یہ ہماری ذمہ داری ہے یار آپ نے دیکھا وہ ہوچی منہ کو کل فوت ہوا چھوٹی سی ریاست کے ساتھ امریکہ کو مصیبت ڈال دی اس نے۔ چھوٹا سا ملک تھا اور کمال ہے پوری قوم نے ہر شہر کو جتنا وہ اوپر تھا اتنا زمین کے نیچے بنا لیا۔ ہر گھر میں تہہ خانہ بنا ہوا ہے ہر سڑک کے ساتھ زیر زمین مورچہ بنا ہوا ہے ہر کھیت کے پاس زیر زمین مورچہ کوئی پتہ نہیں کس وقت بمبارڈمنٹ شروع ہو جائے تو گھس جاؤ نیچے اور جب جہاز چلے جائیں اٹھ کر اپنا کام شروع کر دو اور کتنے سال ٹکریں مار مار کر امریکہ بھونک کر چلا گیا اور وہ ریاست اپنی جگہ قائم ہے اس کا بھی شاہی محل نہیں تھا۔ کوئی سیکرٹریٹ اس کے لئے کسی نے نہیں بنایا۔ وہی اپنے عام سے روزمرہ کے لباس میں ایک کوٹھڑی میں اپنی عمر گزار گیا اور یار یہ تو اسلام نے کہا تھا کافروں میں یہ باتیں آگئیں۔ کوئی کافر حکمران حضور ﷺ کی آمد سے پہلے ایسا دکھاؤ ناں یار کوئی ہوچی منہ پہلے بھی دکھاؤ ناں تاریخ میں اگر کافروں کے ذہن میں یہ چیزیں ہوتیں تو حضور ﷺ سے پہلے بھی تو آسکتی تھیں اس کا مطلب ہے کافروں نے بھی اگر اسلام قبول نہیں کیا تو اسلامی ضابطوں کی افادیت اپنا کر اپنی قوموں کو زندہ کر گئے۔ کمال کی بات ہے یہ ساری چیزیں ہمارے سامنے ہیں اور ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ مجھے اپنے برسراقتدار طبقے سے اصلاح کی امید نہیں ہے۔ اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے اور اللہ ان کی اصلاح کروے' میں یہ دعا کرتا ہوں لیکن مجھے ان سے از خود اصلاح کی امید نہیں ہے' جب تک ملک کا غریب ان کا گریبان نہیں پکڑتا۔ گویا قوم کو اسلام کی راہ پر لانے میں حکمران

نہیں میں اور آپ ہیں ہم جو اپنے حقوق غصب کروانے کے بعد انہیں سے امید کرم لئے بیٹھے ہیں ہم ہیں جو ڈاکوؤں سے شام کے کھانے کے پیسے مانگ رہے ہیں گھر تو لوٹ لیا چار دن کا گزارہ دیتے جاؤ۔ ان کا دماغ خراب ہے؟ وہ کوئی آپ سے بزنس کرنے آئے ہیں؟ لوٹنے آئے ہیں جو جو ملے گا لے جائیں گے۔ وہ آپ سے بزنس کرنے تو نہیں آئے کہ ہفتے کا گزارہ بچوں کا دیکر جائیں' یہ کھلی کچہریاں مذاق ہے قوم کی آبرو کا۔ آج تک کونسی کھلی کچہری میں کسی کو انصاف ملا۔ اس عہد کو چھوڑیں۔ مسلم لیگ ہی کے پچھلے عہد حکومت میں جن بچیوں کی آبرو لوٹی گئی تھی اور وزیراعظم نے جا کر ان کی تصویریں انٹرنیشنل فورم پر ٹیلی ویژن پر دیں جس پر باشعور ممالک نے ان کو دیکھا ان کو کیا انصاف ملا کتنے قاتلوں کو سزا دی گئی اور کتنے آبرو لوٹنے والوں کو قید کیا گیا سوائے اس کے کہ جن کی عزت لوٹی تھی انہیں مزید بدنام کیا گیا اس کے علاوہ کیا حاصل ہوا کھلی کچہری سے اور انصاف میں تو مغلوں کو بھی مات کر گئے۔ وزیراعظم کا موڈ آگیا جی کابینہ کلر کہار میں اجلاس کرے گی' ستر اسی لاکھ نوے لاکھ کروڑ روپیہ لگ گیا قوم کا اور وہ آدھا گھنٹہ گپ شپ کر کے واپس چلے گئے۔ خزانہ خالی ہے قوم غریب ہے روپے کی قیمت کم کرو۔ مزید قرضہ لینے کے لئے۔ قرضہ آئے گا جب آئے گا اس کو خرچ پہلے کر کے رکھو بھئی کروڑوں اربوں روپے لگا کر آپ نے سیکرٹریٹ بنایا۔ اسمبلی کی ایک ایک کرسی پر غریب کے ہزار ہزار مہینے کا خرچ لگا ہوا ہے۔ برطانیہ میں ابھی بینچ ہیں' ہندوستان میں بینچ ہیں' پاکستان میں ایک ایک ممبر کے لئے سیٹ ہے۔ کروڑوں روپے لگے ہوئے ہیں اس میں۔ اربوں روپے سے عمارت بنی اور ایک بارش میں ٹپک پڑی اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان سہولتوں کو چھوڑ کر آپ وہاں تشریف لے گئے کلر کہار میں۔ اگلے دن چکوال کے مقامی اخبار میں چھپا تھا کہ کلر کہار کا تحصیلدار بہت رشوت لیتا ہے میرا اپنا اندازہ ہے کہ وہاں دو سے اڑھائی لاکھ ماہوار صرف نائب تحصیلدار رشوت لیتا ہے۔ لیکن وہ بھوکا رہتا ہے۔ ایک نائب تحصیلدار اس کے پاس دو قانون گوئیاں یعنی دو گرداور ہیں جن میں آٹھ آٹھ دس دس پٹواری ہوں گے۔ زیادہ سے زیادہ اٹھارہ بیس پٹواریوں کا حلقہ ہو گا نائب تحصیلدار کا۔ اس کے مہینے کی رشوت کی ایوریج دو سے اڑھائی لاکھ ہے اور اس سے پوچھا جائے تو وہ بھوکا رہتا ہے۔ اس کے لئے ہر مہینے دس مہمان ڈی سی کے آگئے ان کا انتظام کرنا ہے انہیں شکار بھی کرانا ہے۔ پھر کمشنر کے آگئے ان کا انتظام کرنا ہے انہیں شکار کرانا ہے۔ فلاں وزیر صاحب آرہے ہیں فلاں وزیر صاحب کے بیٹے آرہے ہیں اس کے دوست آرہے ہیں' ان کی رہائش کا ان کے شکار کا وہ کھاتے کیا ہیں' کارتوس کہاں سے آتے ہیں' موٹر کا خرچہ کہاں سے' کوئی انتظام نہیں تو وہ کہاں سے لے گا بھائی؟ وہ لوگوں سے رشوت لے گا۔ اب وہ شکائتیں اخباروں میں چھپتی ہیں ساری ہوتا کچھ نہیں۔ جن کے لئے شکائت کرتے ہو ان کو پتہ ہے وہ خرچہ ان پر ہوتا ہے تو اس کا کیا کریں وہ جن کے پاس ہم شکائتیں بھیجتے ہیں یا اخبار میں چھپاتے ہیں تو وہ جو بااختیار لوگ ہیں وہی تو وہ کھا کر آتے ہیں۔ خشکہ کلر کہار میں ہمارے حکمرانوں کے فرزندان ارجمند نے سؤر شکار کئے اور سرکاری ریسٹ ہاؤس میں سؤر پکوا کر کھائے۔ وہ تو شور مچ گیا پورے علاقے میں اور اس سے یہ ہوا کہ سوروں کا شکار بند ہوا ان کا اس لئے کہ وہ علاقہ دیہاتی قسم کے مسلمانوں کا تھا وہ سور کے نام پر چڑ گئے یہ سؤر' رشوت وہ جو اڑھائی لاکھ مہینہ کھاتا ہے تو یہ بھی سؤر عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آتا تو وہ ایک فزیکل خنزیر تھا لوگوں کی سمجھ میں آگیا کہ انہوں نے خنزیر کھایا۔ وہ بڑا شور ہوا اور لوگ لاٹھیاں لیکر سڑکوں پر آگئے ماریں گے مرجائیں گے تو پھر وہ بند ہوا' اب یہ اندازہ کیجئے کہ یہ اسلامی ریاست ہے اور یہ مسلمان حکمران ہیں اور یہ ہم اسلام لئے پھرتے ہیں۔ اب آپ اسلام آباد میں جہاں اسلام تو نہیں ہے آبادی کافی ہے نام تو انہوں نے اسلام آباد رکھ لیا لیکن اسلام وہاں نہیں ملتا' آبادی ہے۔ اسلام آباد میں ایسے لوگ ہیں' ایسی فیمیلیز ہیں جن کا لاکھوں روپے کا مہینے کا خرچ شراب کا ہے وہ ساری وہاں ملتی ہے فروخت ہوتی ہی کہاں سے آتی ہے بھائی تو اس سارے حال کو کون برداشت کئے بیٹھا ہے یہ بیوقوف جو کھلی کچہری میں درخواستیں لئے پھرتا ہے۔ یہ اپنی جان مال آبرو کے تحفظ کے لئے کھلی کچہری کا انتظار کرتے ہیں ارے یہ بھی تیری آبرو کا تماشہ اڑانے والی بات ہے' یہ بھی تیری مفلسی کو اشتہار بنا

کر کسی غیر ملک سے قرض مانگیں گے، تجھے انصاف دینے کے لئے نہیں ہے یہ دکھاوا بھی تیری آبرو پر قرض لینے کے لئے ہے کہ دیکھو جی یہ حال ہو گیا ہمیں کچھ ادھار دے دو۔ تیرے نام پر آئے گا عیش وہ کریں گے اور پھر ملکی معیشت کا حال یہ ہو گا کہ پھر چھ مہینے بعد روپے کی قیمت اور کم کرو آپ کا روپیہ جو سو پیسے کا تھا وہ پونے دو سو پیسے کم ہو چکا ہے یعنی کرامت کی بات یہ ہے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ روپے میں سو پیسے تھے اس میں سے پونے دو سو نکالے جا چکے ہیں مائنس پچھتر پر جا رہا ہے۔ تو تبھی تو کوئی گداگر بھی روپیہ لینے کو تیار نہیں ہوتا اسے روپیہ دو تو وہ کہتا ہے مذاق کرتے ہو۔ چند سال پہلے کی بات ہے چار پانچ سال پہلے کی زیادہ دور کی نہیں، پشاور میں ایک روپے سے ایک آدمی باعزت طور پر کھانا کھا لیتا تھا دو کباب ایک روٹی اور دو کباب بھی جسے وہ کہتے تھے چپل کباب، اتنا اتنا بڑا جو ہوتا ہے۔ تو دو کباب اور ایک روٹی ایک روپے میں مل جاتے تھے پانی مفت، ایک روپے میں آدمی پیٹ بھر کے کھا لیتا تھا، جب پنجاب کے ان ہوٹلوں میں پانچ روپے کی چائے کی پیالی ملتی تھی آج وہاں وہ روٹی نہیں ہے وہ جو پشاوری روٹی تھی وہ نہیں ہے اس کا سائز گھٹ کر کم ہو گیا ہے۔ اور دس روپے کی ایک روٹی آج پشاور میں بک رہی ہے یعنی اس روٹی سے اگر مبالغہ نہ کیا جائے تو ایک تہائی ہو گئی، دو تہائی اس میں سے نکل گئی۔ اور وہ ایک تہائی روٹی آپ کو دس روپے پر ملتی ہے۔ آج یہ کیا ہوا وہی روپیہ تو ہے لیکن وہ پونے دو سو فیصد کم ہو گیا ہے نا۔ غریب آدمی کے پاس جس کے پاس جس کی تنخواہ ہزار روپیہ تھی اس کے ہزار روپیہ میں ڈیڑھ دو سو روپیہ کم ہو گیا قیمت کے اعتبار سے ملے گا تو اسے ہزار ہی لیکن جب جنس خریدنے جائے گا تو اس کے ہزار کی قیمت آٹھ سو پڑے گی اور اس پر بھی بڑے یہ کہتے ہیں سب اچھا ہے۔ حکومت بھی کہتی ہے، سرتاج عزیز صاحب بھی کہتے ہیں، دوسرے بھی۔ سب اس لئے اچھا ہے کہ ان کے اکاؤنٹ ڈالروں میں ہیں اور ڈالر چار روپے فی ڈالر اوپر چلا گیا، ان کا کیا بگڑا۔ جس کے پاس ایک لاکھ ڈالر تھا اور اس کی قیمت پاکستانی کرنسی میں چار لاکھ روپے اور بڑھ گئی، اس کا مطلب ہے سب اچھا ہے۔ ٹھیک ہوا، خیر ہے یعنی ان کا ڈالر جو ہے وہ چار روپے فی ڈالر اور تگڑا ہو گیا ان کے تو اکاؤنٹ ڈالروں میں ہیں ان کا تو کچھ نہ بگڑا۔ وہ تو ٹھیک کہتے ہیں کہ سب اچھا ہے، خیریت ہے، ٹھیک ہے، بگڑا کچھ نہیں، مہنگا کچھ نہیں ہوا، چیزیں سستی ہوئی ہیں۔ جو چیز پہلے اڑھائی ڈالر کی تھی اب انہیں دو ڈالر کی مل جائے گی، سستی ہو گئی، ڈالر کی قیمت جو اوپر چلی گئی۔ تو ان کے اعتبار سے چیزیں سستی ہوتی ہیں۔ یہ جو عرضی لئے پھرتا ہے مہنگائی تو اس کو کھائے گی اور یہ ایسا بیہودہ آدمی ہے پھر عرضی لیکر اسی فرعون کے پاس جاتا ہے یہ علی بابا اور چالیس چور ہیں۔ چور لوٹ کر لاتے ہیں یہ علی بابا کے پاس عرضی لیکر جاتا ہے شاباش ہے بھائی! ارے عرضیوں سے بات نہیں بنے گی اب گریبان پکڑنے کی باری ہے اب پھر وہی Action Replay کرنے کی باری ہے کہ انکو فرعونوں کے تختوں سے اٹھا کر مسلمان حکمرانوں کی جگہ بٹھا دیا جائے بیشک حکومت یہی کریں آخر کلمہ پڑھتے ہیں۔ مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ نماز پڑھ لو، سجدے چار کر لو اور صبح اٹھ کر تلاوت، پھر سارا دن جو جس کا جی چاہے خون پیتے چلے جاؤ، تو اب پھر ہم اس جگہ پر کھڑے ہیں جہاں ہم سب ذمہ دار ہیں یا پھر میدان حشر میں ہم ان لوگوں میں ہونگے جو اس ظلم کو مٹانے والے ہیں اور یا ان لوگوں میں ہونگے جو اس کے ساتھ سمجھوتہ کر کے اسے بڑھاوا دینے والے ہیں۔ اب یہ ہر شخص کی اپنی ذات پر ہے کہ وہ اپنے لئے کونسا راستہ چنتا ہے تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اسلام کسی فرد کا مخالف نہیں ہے۔ اسلام ظلم کا مخالف ہے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے ظالمانہ طریقے کا مخالف ہے نہ ظالمانہ معاشرے کا مخالف ہے۔ ظالمانہ اور غاصبانہ قوانین کا مخالف ہے اور جو اپنے آپ کو مومن کہلواتا ہے اس نے جان مال آبرو ہار دی، اللہ کے ہاتھوں بیچ دی۔ جان مال بیچ چکا ہے جس نے اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اللہ کی جنت اور اس کی رضامندی کے بدلے لہٰذا ہماری جانیں بھی اللہ کا مال ہیں۔ ہمارے مال بھی اللہ کا مال ہیں اور یہ اس مصرف پر صرف ہونے چاہئیں کہ صرف مسلمانوں کی نہیں بنی نوع انسان کے لئے ایک راستہ بن جائے بھلائی کا، بہتری کا، ظلم سے نکلنے کا، کیونکہ رسالت مآب آقائے نامدار ﷺ بنی نوع انسان کے لئے ہے۔

سیرت طیبہ کی راہنمائی میں استحکام پاکستان

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کی بنیاد دو قومی نظریے پر ہے۔ مسلمانان پاک و ہند ہمیشہ اس کاوش میں رہے کہ ایک ایسی مملکت معرض وجود میں آئے جہاں مسلمان اسلام کی تہذیب و ثقافت کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ بقول فرانسس روبنسن

"Indian Muslims were a separate community. We cannot ignore the unifying force of Islam." (FRANCIS ROBINSON separatism among Indian Muslims, Cambridge University press,cambridge 1974 p.356"

ایچ وی ہڈسن (H.V. hodson) ایمبڈکر (AMBEDKER) اور ایان سٹیفنز (IAN STEPHENS) کو بھی یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑی کہ پاکستان کی تخلیق میں اسلام کا بڑا کردار ہے۔ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔

عالم حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلمان آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ
(علامہ محمد اقبال)

پاکستان ان گنت زخموں اور دکھوں کی دھرتی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں اجڑی بہنیں، بچھڑی مائیں، جلتے گھر، کٹتے سر ایک عظیم ہجرت کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ یہ دھرتی ہم نے بڑی قربانیاں دے کر حاصل کی تھی۔ اس مملکت نے تعلیمات لولاک ﷺ کا ایک عظیم مرکز بننا تھا اور اسلام کا ایک مضبوط حصار۔ شمع رسالت کے بے شمار پروانوں نے اس خطہ میں تبلیغی سرگرمیاں سرانجام دیں مثلاً" شیخ صفی الدین حقانی، حضرت علی ہجویری، خواجہ معین الدین اجمیری، بابا فرید گنج شکر وغیرہ۔ اس دھرتی کے ذرے ذرے میں شاہ اسماعیل شہید اور اس جیسے ہزاروں اسلاف کا لہو رچا ہوا ہے۔ افسوس یہ دھرتی اب اخلاق کا مرقد و مدفن بنی ہوئی ہے۔ افسوس اب وہ قافلہ نہیں جس میں سید امیر علی، علامہ اقبال، شبلی نعمانی، سید احمد، سلیمان ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسی نابغہ روزگار ہستیاں تھیں جنھوں نے پاکستان کی فکری تشکیل میں حصہ لیا تھا۔

آج پاکستان بے شمار سیاسی، معاشرتی اور معاشی مسائل اور ان گنت خطرات سے نبرد آزما ہے۔ غربت، صوبائی اور علاقائی تعصبات، لسانی و گروہی تعصبات، فرقہ واریت، دہشت گردی، لاقانونیت، بیروزگاری، مہنگائی، بیماریاں، بیرونی قرضہ جات کا بوجھ، جاگیردارانہ نظام اور سرمایہ دارانہ نظام، رشوت، بد دیانتی، خیانت، اسراف، ماحولیاتی آلودگی، فساد فی الارض، سفارش، منشیات کا استعمال، گداگری، قحبہ گری، کلاشنکوف کلچر، قتل و اغوا، اغوا برائے تاوان، گینگ ریپ، جوا، شراب نوشی و دیگر رذائل، نوجوان طبقے میں عریانی اور بدکاری، فحاشی کا فروغ اور میڈیا کے ذریعے تشہیر، میڈیا کے ذریعے ثقافتی یلغار، سودی کاروبار، ویڈیو کا ناجائز استعمال، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری، ملاوٹ، جعلی ادویات، دھوکہ دہی، منافقت، غیبت اور جھوٹ، طبقاتی کشمکش، معاشرتی اونچ نیچ، شادی بیاہ کی فضول رسمیں، جہیز وغیرہ، زیورات کی نمائش، پتنگ بازی اور آتش بازی کا استعمال بالخصوص شادیوں اور شب برات کے موقع پر، تعلیم برائے فیشن، مہنگے ترین سکولوں میں بچوں کو داخل کرانا، موت فوت کی فضول رسمیں، اتحاد

کا فقدان، اقرباء پرستی، عدل و انصاف کا فقدان اور میرٹ کا فقدان--- یہ وہ معاشرتی اور سماجی برائیاں ہیں جو معاشرے کو دیمک زدہ کر دیتی ہیں، ملک کمزور ہو جاتا ہے اور مستحکم نہیں ہو پاتا۔ دندناتی ہوئی بیوروکریسی، بدعنوان اور حب الوطنی کے جذبے سے عاری ٹیکنوکریسی، دیمک زدہ کلیپٹوکریسی اور بدعنوان اور ملک دشمن سیاست دان معاشرے کی بنیادوں کو اکھیڑ رہے ہیں۔ اگر پاکستان کو مستحکم کرنا ہے تو ویراں راستوں کے ہر درندے اور غول بیابانی پر ضرب کاری لگانا ہو گی۔ استحکام پاکستان کے لیے ہمیں بہترین راہنمائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت طیبہ سے حاصل کرنا ہو گی۔

راہنمائے کاروان انسانیت، رحمتہ للعالمین، عدیم المثال سوشل ریفارمر، عظیم ترین معمار انسانیت، آفتاب درخشاں، مونس دل شکستگاں، ہادی اعظم، فخر عالم، صالح اعظم، معلم اعظم، در نجف، ناشر حکمت اور عظیم ترین مدبر اور ماہر سیاست حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہمارے لیے آئیڈیل، عالمگیر اور دائمی نمونہ عمل ہے۔ محسن انسانیت دانائے سبل، مولائے کل اور ختم الرسل نے رنگ و نور اور خوشبو کا ایک سرچشمہ جاری فرما دیا۔ سالکانِ رہِ صدق و صواب اسی روشنی اور خوشبو کی متحرک لپٹوں کی راہنمائی میں آپ ﷺ کے نقوش قدم پر چل رہے ہیں۔ نبی آخر الزماں ﷺ نے بطور ماہر سیاست سنہری اصولوں اور قدروں کے فانوس روشن کیے۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی سے پھوٹنے والی کرنیں چہار دانگ عالم میں پھیل رہی ہیں۔ آپ ﷺ کی صدق و صفائی، درخشاں تہذیبی قدریں اور جہاں بانی کے سنہری اصول نسل انسانی کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی اسوۂ حسنہ کی تقلید میں ہماری نجات ہے۔

قرآن حکیم اعلان کر رہا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنتہ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا ○ (سورۃ احزاب: آیت ۲۱)

ریاست مدینہ کے خدوخال

حضور اکرم ﷺ عرب کے مذہبی، ثقافتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی نظام میں تبدیلی لائے۔ بچپن اور جوانی میں ہی آپ ﷺ کو سچائی اور دیانت داری کی بدولت الصادق اور الامین کا لقب مل گیا۔ تجارت میں نہایت دیانت داری کی وجہ سے آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا۔ حضور ﷺ نے جوانی کے اوائل میں حلف الفضول میں شرکت فرمائی۔ یہ مظلوم لوگوں کی مدد کرنے کی ایک فقید المثال تنظیم تھی۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ترپن سال مکہ مکرمہ میں گزارے اور پھر ہجرت مدینہ کی اور دس سال کے بعد رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ میثاق مدینہ کے ذریعے آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو امن و آشتی کا گہوارہ بنا دیا۔ ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اور اس میں دنیا کا پہلا دستور جو تحریری تھا، نافذ فرمایا۔ اس معاہدہ کے ذریعے آپ ﷺ نے یہود اور مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ مدینہ پر حملے کی صورت میں یہود اور مسلمان ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ یہ معاہدہ آپ ﷺ کے تدبر اور حسن سیاست کی عکاسی کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں مواخاۃ کے نظام سے مسلمانوں کی وحدت مربوط فرمائی۔ حتیٰ کہ ولیم میور کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ مواخاۃ جیسی قربانی کم ہی تاریخ عالم میں ملتی ہے۔ (ملاحظہ ہو۔)

William Muir Life of Muhammad London.1894

صلح حدیبیہ میں حضور ﷺ کے تدبر کی وجہ سے

خونریزی رک گئی اور اسلام کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ فتح مکہ کے موقع پر عفو کا اعلان آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت کا ثبوت ہے۔ غزوہ خندق میں آپ ﷺ نے بطور مزدور کام کیا جیسے مسجد نبوی کی تعمیر میں خود حصہ لیا تھا۔ یہ غزوہ آپ ﷺ کے دفاعی تدبر اور حکمت عملی کا ثبوت ہے۔ آپ ﷺ نے سیاست کو عبادت کی طرح ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رکھا۔ آپ ﷺ نے ۲۷ غزوات میں حصہ لیا اور آپ ﷺ کے دور میں سرایا کی تعداد ۴۷ ہے۔ ان تمام غزوات اور سرایا میں مقتولین کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہیں بنتی۔ اتنی کم خونریزی کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے اپنے مشن کو جاری رکھنے کے لیے صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر جماعت تیار فرمائی جنہوں نے اللہ کے پیغام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلایا۔ آپؐ کا انقلاب جلد ہی تین براعظموں میں پھیل گیا۔ آپؐ کی سیاسی بصیرت کی بدولت دس سال کے قلیل عرصے میں جزیرہ نمائے عرب میں ایک مستحکم مملکت قائم ہو گئی۔ اس مختصر عرصے میں بارہ لاکھ مربع میل کا وسیع رقبہ مطیع ہو گیا۔ حضورؐ نے دنیا کی عظیم الشان مملکت قائم فرمائی جو مہذب ترین تھی۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ:

"گاندھی جیسے کٹر ہندو بھی اسے انسانیت کا دور زریں سمجھتے اور کانگرسی ہندو حکومتوں کو مشورہ دیتے کہ اسی کو اپنے لیے نمونہ بنائیں۔"

(ملاحظہ ہو رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، صفحہ نمبر ۴۹)

حکمت، فراست اور سیاست میں دنیا کا کوئی مدبر بھی آپؐ کے برابر نظر نہیں آتا۔ جان ڈریپر جیسے سکالر کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ حضور اکرمؐ کی تدابیر اور حکمت عملی نے نسل انسانی پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ (ملاحظہ ہو

(JOHN DRAPER)
(A History of the Intellectual Development of Europe.)

سوال یہ ہے کہ حضورؐ نے کس قسم کے سیاسی نظام حکومت کا تصور دیا تھا۔ بقول علامہ اقبالؒ آپؐ کا نظام سلطنت روحانی جمہوریت پر قائم تھا جو شورائی بھی تھی اور فلاحی بھی۔ اس ریاست کے مقاصد سورۃ الحج کی آیت نمبر ۴۱ میں بیان فرمائے گئے۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور ○ بقول ابراہیم لنکن جمہوریت عوام کی حکومت ہے، عوام کے لیے ہے اور عوام کے ذریعے ہے۔ اس کے برعکس سلطنت، امارت اور حکومت کے کاروبار میں اہل رائے مسلمانوں سے مشورہ لینے کا معاملہ آپؐ کی سیاست کا اہم حصہ تھا۔ مولانا حامد انصاری اپنی کتاب "اسلام کا نظام حکومت" کے صفحہ نمبر ۲۰۳ پر رقمطراز ہیں۔

"اسلام کے سیاسی نظام میں بادشاہت کی مرکزی شان اور اقتدار، اعیانی حکومت کی یکجہتی، جمہوریت کی ہمہ گیر حقوق پسندی اور فرض شناسی، اشتراکیت کا ہمہ گیر جذبہ مساوات اور احساس درد مندی، ڈکٹیٹر شپ (آمریت) کی مرکزیت اور طاقت کمال اعتدال کے ساتھ جمع ہیں۔"

بخاری شریف میں درج ہے کہ حضور اکرمؐ نے مدینہ شریف میں بہتر منصوبہ بندی کے لیے مردم شماری کروائی۔ آپؐ نے سماجی اور معاشی تحفظ کے لیے نظام معاقل نافذ فرمایا۔ اگر کوئی حادثہ رونما ہو جاتا تو عاقلہ یعنی برادری مل کر مظلوم کے نقصان کی تلافی معاوضہ کی شکل میں کر دیتی۔ آپ مسجد میں صدقات، خیرات اور مال

غنیمت بھی تقسیم فرماتے۔ آپؐ نے بلدیاتی نظام بھی قائم فرمایا۔ شہری منصوبہ بندی کے لیے آپؐ نے فرمایا: "شہر کے اندر تم گلیوں کو اتنا چوڑا رکھو کہ دو لدے ہوئے اونٹ باسانی آمنے سامنے سے گزر جائیں۔" بلدیاتی نظام میں آپؐ نے عامل السوق کا عہدہ قائم فرمایا تاکہ مارکیٹ کی بدعنوانیوں کو روکا جاسکے عورتیں بھی اس عہدہ پر فائز نظر آتی ہیں جن کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا۔ آپؐ نے عوام پر احسان بھی فرمایا اور ان کے معاش کا خیال رکھا اور رعایا سے محبت اور نرمی فرمائی حضورؐ غیر ملکی سفیروں کا احترام کرتے۔ آپؐ نے اپنے سفراء کو تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا۔ مثلاً" حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری کو حبشہ تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا۔ زندگی کی آخری وصیتوں میں سے ایک وصیت یہ بھی تھی جو آپؐ نے حضرت اسامہؓ بن زید کو فرمائی:

"سفیروں اور وفدوں کو اسی طرح تحفے دیتے رہنا جیسے میں دیتا رہا ہوں۔"

حضورؐ کا غیر مسلموں سے سلوک فیاضانہ تھا۔ غیر قوموں کے ساتھ ظلم نہ روا رکھنا آپؐ کا بنیادی اصول سیاست تھا۔ شاہانہ حکومتوں اور بادشاہی خاندان کے افراد قانون کی زد سے مستثنٰی ہوتے ہیں لیکن آپؐ نے یہ تصور دیا کہ سربراہ مملکت قانون سے بالاتر نہیں نہ ہی اس کے افراد خانہ۔ ایک دفعہ ایک مخزومی خاتون فاطمہ بنت قیس نے چوری کی۔ آپؐ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے حضرت اسامہؓ بن زید کو سفارش کے لیے بھیجا۔ آپؐ نے اس موقع پر فرمایا:

"تم سے پہلے قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ جب کوئی معمولی آدمی جرم کرتا تھا تو اس کو سزا دے دی جاتی تھی مگر جب وہی جرم بڑے مرتبے کے لوگ کرتے تھے تو ان کو چھوڑ دیتے تھے۔" پھر فرمایا: اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی یہ جرم کرتی تو میں یقیناً" اس کا ہاتھ کاٹتا۔"

(بخاری: کتاب الحدود' ابواب نمبر ۱۲-۱۱)

سیاسی شخصیات کے ہاں طمطراق' بلند نعرے' جلوس' سلامیاں' مخصوص' بری' بحری اور ہوائی سواریاں' شاہی ٹھاٹھ باٹھ' اونچے ایوان اور دربان ہوتے ہیں۔ یہ پروٹوکول سیاسی کلچر کا حصہ ہیں لیکن حضورؐ کے ہاں یہ طمطراق نظر نہیں آتا۔ دنیوی کروفر کے بجائے آپؐ پر خدمت خلق اور ان کی محبت کا جمال نظر آتا ہے۔ سادگی' فقر اور درویشی کے باوجود جو کوئی آتا مرعوب ہوتا۔ ایک دفعہ ایک شخص دربار اقدس میں حاضر ہوا اور حضورؐ کے رعب سے کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا:

"ڈرو نہیں۔ میں تو اس عورت کا لڑکا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

آپؐ نے بددیانتی اور خیانت سے روکا۔ اپنے لئے' اہل خانہ اور حلیف قبیلہ بنو عبدالمطلب کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زکواۃ حرام قرار دی۔ ایک دفعہ ایک محصل زکواۃ نے واپسی پر کہا یہ سرکاری مال ہے اور مجھے یہ تحفہ دیا گیا ہے حضورؐ سخت ناراض ہوئے۔ منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا:

"ایسے لوگ کیوں نہ اپنے گھر بیٹھے رہیں اور دیکھیں کہ انہیں کتنے تحفے آتے ہیں۔"

حضورؐ سے ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ نے لونڈی مانگی تاکہ وہ گھر کے کام کاج میں مدد کرے کیونکہ حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں پر چکی پیسنے کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے تو آپؐ نے فرمایا:

"بدر کے یتیم تم سے زیادہ اس کے مستحق ہیں۔"

(ابوداؤد)

آپؐ کی سیاست کے اصول یہ تھے یعنی فرماں روائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ کوئی فرد یا جماعت اپنی مرضی کا آئین یا قانون بنانے کی مجاز نہیں ہے۔ قانون اللہ کی طرف سے ہے' آزادی پیدائشی ہے' فرعون' ہامان اور قارون کی اسلامی معاشرے میں کوئی گنجائش نہیں' سیاسی حقوق' شورائیت' رعایا پر اپنے اولی الامر (حاکم) کی اطاعت لازم ہے' جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ قتل انسانی حرام ہے' امن و امان کا قیام' فتنہ و فساد کی بیخ کنی' افراد کی اسلامی' اخلاقی' صنعتی' حرفتی' فنی اور عسکری تربیت حکومت کی ذمہ داری ہے' اقامت صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے نظام کا قائم کرنا' حکمران اللہ کا خلیفہ ہے' تبلیغ' قانونی مساوات' مال' عزت اور جان کی حفاظت اور فی الفور انصاف۔

حضور اکرمؐ نے سیاست کا ایک پاکیزہ تصور عطا فرمایا جسے آپؐ نے رائج کر کے دکھایا۔ بقول شبلی نعمانیؒ و علامہ سید سلیمان ندویؒ

"احادیث میں متعدد صحابہ کرامؓ سے روایت ہے کہ

السلطان علی اللہ فی الارض یاوی لکل مظلوم من عباد اللہ

یعنی صالح حکومت زمین میں اللہ کے امن کا سایہ ہے۔"

(سیرۃ النبیؐ جلد ہفتم' صفحات ۵۹-۵۸)

شتربانی کے مقام سے جہاں بانی کے مقام پر

حضورؐ کی رحلت کے دس سال بعد مملکت کا رقبہ تیس لاکھ مربع کلو میٹر تک پھیل گیا۔ آپؐ نے عرب قوم کو شتربانی کے مقام سے جہاں بانی کے مقام پر پہنچا دیا۔ آج بھی ہم اس شمع سے اکتساب کر سکتے ہیں اور اسی میں ہماری حقیقی نجات اور راہنمائی ہے۔ آخر اس سیاسی نظام میں کیا خوبیاں تھیں؟ اس کا تاریخ کے آئینے میں مطالعہ کرنا ہو گا۔ حضورؐ نے دنیا و دین دونوں کی بہ یک وقت بھلائی کے حصول کا تصور دیا۔ روحانی ترقی اور تزکیہ نفس۔ تقویٰ' اخلاص' توکل' صبر' شکر' اپنے دشمنوں سے پیار کرنا' صدق یعنی دل کی سچائی' زبان کی سچائی' عمل کی سچائی' سخاوت' عفت و پاکبازی' دیانت داری اور امانت' رحم' شرم و حیا' سادگی' عدل و انصاف' عہد کی پابندی' احسان' عفو و درگزر' صلح اور بردباری' رفق و ملاطفت' تواضع و خاکساری' خوش کلامی' ایثار' اعتدال و میانہ روی' شجاعت اور بہادری' استقامت' حق گوئی اور استغناء---

یہ وہ صفات ہیں جو ہمیں حضورؐ کے سیاسی اسوۂ میں نظر آتی ہیں--- بطور حکمران اور مدبر آپؐ میں یہ صفات عالیہ دنیا کے ہر حکمران کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔

فحشاء' منکر' بغی سے اجتناب' جھوٹ' وعدہ خلافی' خیانت اور بد دیانتی' غداری اور دغابازی' منافقت' بخل' حرص و طمع' بے ایمانی' چوری' ناپ تول میں کمی' چالبازی اور لوگوں کے حقوق غصب کرنا' رشوت' سود خوری' شراب نوشی' ظلم' خود نمائی اور فضول خرچی وہ رذائل ہیں جن سے اقوام کمزور ہوتی ہیں۔ آپؐ کی سیاست اور جہاں بانی کے اصولوں نے ان رذائل کی بیخ کنی کی۔

حضورؐ اکرم نے اس سیاسی نظام میں مسجد کو سطوت اسلام کا مظہر بنایا۔ بطور مرکز عبادت' بطور سیاسی مرکز' بطور تعلیمی مرکز' بطور انتظامی مرکز اور بطور عدلیہ کا مرکز' مسجد مسلمانوں کی تمدنی زندگی میں یک مرکز و محور بن گئی۔ آپؐ منبر پر بیٹھ کر مشورہ طلب فرماتے۔ ہر قبیلے کے سردار یا نمائندہ سے توقع کی جاتی کہ وہ تائید یا اختلاف کے لیے ضرور رائے دے گا۔

نہ صرف آپس کے لین دین میں بلکہ میدان سیاست میں بھی جو اخلاقی جوہر مرکزی حیثیت رکھتا ہے وہ

دیانتداری اور امانت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

"جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔" (کنز العمال: جلد ۲)

حضور اکرمؐ کی سیاست میں سادگی کے ساتھ ساتھ امانت داری بڑی نمایاں نظر آتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"جو شخص ہماری حکومت کے کسی منصب پر فائز ہو وہ اگر بیوی نہ رکھتا ہو تو شادی کرے' اگر خادم نہ رکھتا ہو تو خادم حاصل کرے' اگر گھر نہ رکھتا ہو تو ایک گھر لے لے' اگر سواری نہ رکھتا ہو تو ایک سواری لے لے' اس سے آگے جو شخص قدم بڑھاتا ہے وہ خائن ہے یا چور۔"

آپؐ کا ارشاد گرامی ہے: کوئی حکمران جو مسلمانوں میں کسی رعیت کے معاملات کا سربراہ ہو اگر اسی حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکا اور خیانت کرنے والا تھا تو اللہ اس کے لیے جنت حرام کر دے گا۔" (مسلم' کتاب الامارہ' باب ۵)

حضورؐ نے اقتدار کی طلب و حرص کو بھی ممنوع قرار دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سب سے بڑھ کر خائن ہمارے نزدیک وہ ہے جو اسے خود طلب کرے۔" (ابوداؤ' کتاب الامارہ' باب ۲)

حضورؐ نے اسراف سے بھی منع فرمایا۔ اس طرح تبذیر کی بھی ممانعت ہے۔ حضرت مولانا ناظر احسن گیلانی نے اپنی تصنیف اسلامی معاشیات کے صفحہ نمبر ۲۶۰ پر تبذیر کی یوں تعریف کی ہے:

"مال کو ناجائز خواہشوں اور غیر قانونی افعال و اعمال پر خرچ کرنا۔"

اس کی ایک مثال رضا شاہ پہلوی کی ہے جس نے ایران میں PERSEPOLIS کے کھنڈرات میں اڑھائی ہزار سالہ جشن منایا تو ۳۰۰ ملین امریکن ڈالر خرچ کیے۔

حضورؐ نے جب خطبہ حجتہ الوداع دیا تھا تو آپؐ کی اونٹنی کا کجاوہ خستہ حالت میں تھا اور اس پر پڑی ہوئی چادر کی مالیت صرف چار درہم تھی۔ یہ تھی ایک مثال شاہ کونینؐ کی سادگی کی!

حضورؐ کا رویہ عوام سے انتہائی مشفقانہ تھا۔ دیہات کے اعرابی آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور نہایت بے تکلفی اور بیباکی سے سوال جواب کرتے۔ حضورؐ نرمی سے پیش آتے۔ ایک بدو نے ایک دفعہ آپؐ کی چادر پکڑ کر کھینچی۔ آپؐ اس کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے اور اس کو عطیہ دیا۔" (بخاری شریف' جلد دوم)۔

آپؐ کے نظام حکومت کی ایک اور بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپؐ قرض کو اچھا نہ سمجھتے۔ آپؐ غریبوں کو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے کی بجائے محنت اور جدوجہد کی تلقین فرماتے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

"دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔" (مسلم شریف' جلد دوم:۷۱)

آپؐ غیر اقوام سے قرضہ نہ مانگتے۔ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپؐ نے مجلس میں موجود چند صحابہ کرامؓ سے اس پر بھی بیعت لی کہ وہ کسی سے سوال نہیں کریں گے۔" (بحوالہ مسلم شریف' جلد دوم' ۶۲۱' حدیث ۱۰۴۳)

حضورؐ سوال کرنے کی بجائے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانے اور بازار میں فروخت کر کے روزی کمانے کی ترغیب دلاتے۔ (البخاری': ۲:۳۷۳' الزکوٰۃ' باب:۵)

کفایت شعاری بھی آپؐ کی سیاست اور نظام حکومت کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ آپؐ نے حضرت عتاب ابن اسید کو گورنر مکہ مقرر فرمایا اور ان کی تنخواہ ایک

درہم یومیہ رکھی۔ (ملاحظہ ہو) نعیم صدیقی' محسن انسانیت" اسلامک پبلی کیشنز' لاہور' ۱۹۸۱ء صفحہ نمبر ۵۲۹)

یہ تھے حضورؐ کے نظام حکومت کے نمایاں خدوخال'
یہ تھا آپؐ کا دیا ہوا ماڈل!

کسی ملک کی بقا' سالمیت اور پائیداری کا انحصار اس کا سیاسی استحکام' مضبوط معیشت' قومی یکجہتی' ملی اتحاد اور صالح معاشرتی اقدار پر ہوتا ہے۔ ریاست مدینہ کے خدوخال اور حضورؐ کے نظام حکومت پر ہم نے تفصیلاً" بحث کی۔ پاکستان میں ہمہ جہتی ترقی کے لیے ہمیں بہترین رہنمائی سیرت طیبہ سے حاصل کرنی ہو گی۔ اب سیرت طیبہ کی روشنی میں ہمیں اپنی منزل طے کرنی ہو گی۔ پاکستان کو مندرجہ ذیل شعبوں میں استحکام کی ضرورت ہے:

(۱) سیاسی استحکام
(۲) معاشی استحکام
(۳) معاشرتی استحکام

پاکستان میں سیاسی استحکام

یہ پاکستان کی بدنصیبی ہے کہ اس میں ذاتی مفادات بالاتر رہے اور سیاسی استحکام قائم نہ ہو سکا۔ قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کے جانثاروں کی انتھک کاوشوں سے پاکستان معرض وجود میں آیا۔ قائداعظمؒ نے مہاجرین کی آباد کاری' معیشت کے رہنما اصولوں کے تعین اور خارجہ حکمت عملی سے اس نوزائیدہ مملکت کے استحکام کے لیے کاوشیں کیں لیکن ۱۹۴۸ء میں قائداعظمؒ کی رحلت اور چند سالوں میں لیاقت علی خان جیسے عظیم لیڈران کی وفات سے پاکستان کو دھچکا لگا۔ ۵۸۔۱۹۴۷ء کا دور پاکستان کے لیے ابتلا کا دور تھا۔ خواجہ ناظم الدین غلام محمد اور اسکندر مرزا کے دور میں ذاتی مفادات کی وجہ سے استحکام پیدا نہ ہو سکا۔ آئین ساز اسمبلی توڑ دی گئی۔ (۶۹۔۱۹۵۸ء) کے دوران مارشل لا نافذ رہا تاہم معاشی ترقی ہوئی۔ ۷۱۔۱۹۶۹ء کے دوران ملک کرب ناک دور سے نبرد آزما رہا۔ یحییٰ خان کے دور میں سقوط ڈھاکہ کا سانحہ پیش آیا۔ ۷۷۔۱۹۷۰ء کے دور میں ۱۹۷۳ء کا آئین بنا۔ ۸۸۔۱۹۷۷ء کے دوران مارشل لاء نافذ رہا۔ ۹۶۔۱۹۸۸ء کا دور عجیب سیاسی کشمکش کا دور تھا۔ معیشت اس دور میں بری طرح متاثر ہوئی۔

یہ تھی ہماری زبوں حالی کی مختصر تاریخ' سب تاریخ نویسوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ پاکستان کی نظریاتی جڑیں اسلام میں ہیں مگر افسوس کا مقام کہ پاکستان کا سیاسی کلچر بدترین قسم کا کلچر رہا جس کی وجہ سے شریعت مصطفویؐ کا نفاذ نہ ہو سکا۔ (ملاحظہ ہو)

(BARBARA DALY METCALF

(Islamic Revival in British India; Deoband, 1860-1900 Princeton University Press, 1982, pp.316-317

مزید مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو:

(K.K. AZIZ,The Making of Pakistan, Islamic Book Service Lahore, 1986.)

پاکستان کی قرارداد مقاصد میں یہ درج ہے کہ حکمرانی اللہ کی ہو گی مگر ایسا نہ ہوا۔ ۱۹۶۲ء کے آئین میں لفظ اسلامک ریپبلک ہٹا دیا گیا۔ ۱۹۶۱ء میں مسلم فیملی لاز آرڈیننس کا نفاذ ہوا۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور اسلامک ریسرچ انسٹیٹوٹ معرض وجود میں آئے۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں (جولائی ۱۹۸۴ء۔۱۹۷۷ء) عشر اینڈ زکواۃ آرڈیننس ۱۹۷۹ء پی ایل ایس سکیم اور شریعت بل نفاذ شریعت کی طرف چند قدم تھے۔ فیڈرل شریعت کورٹ'

بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کا قیام' وزارت مذہبی امور کا قیام' آرڈیننس آف قاضی کورٹس' شفعہ کا قانون' قصاص و دیت آرڈیننس ۱۹۹۰ء حدود آرڈیننس' احترام رمضان آرڈیننس جیسے اقدام بھی قابل ذکر ہیں۔ وفاقی شرعی عدالت نے ۱۹۹۱ء میں پاکستان میں سودی نظام کو اسلام کے خلاف قرار دیا لیکن اس حکم کے خلاف سپریم کورٹ کے شرعی بنچ میں اپیل کر دی گئی۔ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی وزیر مذہبی امور حکومت پاکستان کی سربراہی میں نفاذ شریعت کمیٹی کا کام بھی ادھورا رہ گیا۔ الغرض پاکستان میں جو بھی قانون نافذ ہوا وہ عوام کو فی الفور انصاف نہ دلا سکا کیونکہ اس کا تمام مسودہ LORD MACAULAY لارڈ میکالے کا ترتیب دیا ہوا تھا۔ قیمتی قالین میں ٹاٹ کا پیوند کیسے بھلا لگ سکتا ہے؟ عوام اسلام کا نفاذ چاہتے رہے لیکن انہیں ہمیشہ مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس طرح ملک میں ایک بے چینی کی کیفیت رہی اور ملک مستحکم نہ ہو سکا۔

اگر پاکستان سے جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کو باہر نکال دیا جاتا تو پاکستان میں سیاسی استحکام آ جاتا۔ جاگیردار حکومت کے منصب پر براجمان رہے۔ سیاست دانوں کا یہ طبقہ نہ تو اسلام کا نفاذ چاہتا تھا اور نہ ہی حب الوطن تھا۔ بدترین قسم کی خیانت اور اسراف سے جو سیاست دانوں اور بیورو کریسی نے کیا' پاکستان بیرونی قرضوں کے بوجھ تلے دب گیا۔ وکیل انجم کی ۴۶۹ صفحات پر بکھری ہوئی کتاب "سیاست کے فرعون" پنجاب کے جاگیرداروں کے عروج و زوال کی کہانی ہے جو اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ جاگیردارانہ نظام نے (چاہے وہ پنجاب میں تھا یا پاکستان کے دوسرے صوبوں میں) ہمیں استحکام نہ پہنچایا ۱۸۹۹ء-۱۸۷۱ء کے بندوبست کے دوران انگریز نے سرداروں' نوابوں اور منصب داروں کو خوب نوازا۔ اس طبقے نے بھلا پاکستان کو کیوں مستحکم بنانا تھا۔ یہ مملکت حضور اکرمؐ کے سیاسی اصولوں سے راہنمائی حاصل نہ کر سکی۔ حالانکہ حضورؐ نے شورائی نظام سے اہل تقویٰ کو حکومت کی مشینری میں شامل کیا اور آپؐ کے دور میں تقویٰ اور خدمت خلق ہی سیاست کا معیار رہا نہ کہ جاگیردارانہ وجاہت یا دولت۔ آپؐ نے نقابت' عرافت' نظارت اور عمالت کے ذریعے بہترین سول سروس کا نظام قائم فرمایا جس سے عرب میں انتظامی اور سیاسی استحکام پیدا ہوا۔ پاکستان میں سول سروس کو عوام کا خادم بننا ہو گا نیز تمام مذہبی فرقوں کو اعتماد میں لے کر چلنا ہو گا۔ تمام فرقوں اور مکاتب فکر کے پرسنل لاز کو نافذ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ملک میں استحکام پیدا ہو۔ ہماری اسمبلیاں اور سینٹ بھی سیکولر ادارے ہیں۔ ان اداروں کو بھی اسلام کے شورائی نظام میں ڈھالنا ہو گا تاکہ متقی اور پرہیز گار لوگ سیاست میں آئیں۔ حضور اکرمؐ نے اتحاد کا درس دیا اور مسلم امہ کو ایک جسد واحد سے تعبیر فرمایا:

المومن اخوالمومن کالجسد الواحد ان اشتکی شیئا منه وجد الم ذلک فی سائر جسد

(مسلم۔ ترمذی۔ مسند احمد بن حنبل)

حضور اکرمؐ کے اس پیغام کو ہم بھول گئے۔ ہم صوبائیت کے ہاتھوں پارہ پارہ ہو گئے۔ حضورؐ نے اسلامی عقائد اور عبادات کے ذریعے ہمیں عظیم ورثہ دیا مگر ہم ایمان کی دولت سے محروم رہے۔ ہم نے اپنی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت نہ کی اور اسلام کے فیوض و برکات سے محروم رہے۔ ہم نام کے مسلمان رہے۔ حضورؐ نے نماز' حج اور جہاد جیسی عبادات سے مسلمانوں میں تنظیم

ضرورت اساتذہ برائے

صفارہ اکیڈمی دارالعرفان

منارہ ضلع چکوال

اردو، عربی اور کیمسٹری کیلیئے ماسٹر ڈگری یا متعلقہ مضمون

کا تجربہ رکھنے والے ریٹائرڈ اساتذہ کی ضرورت ہے

تنخواہ اور دیگر مراعات

(الف) تنخواہ حکومتی سکیل کے مطابق
(ب) فری سنگل رہائش بمعہ ہاؤس رینٹ

(ج) اکیڈمی میس میں کھانے کی رعایتی سہولت
(د) ذاتی تربیت کا سنہری موقع

پرنسپل صفارہ اکیڈمی دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال فون 05731/587399

سبب قیام دار الاخوت

حقیقی اسلامی اقدار سے گریز اور محرومی کے باعث معاشرتی بحرانوں نے پاکستان کو مسائلستان بنا دیا ہے چنانچہ آج شرفاء کے لئے موزوں ومناسب معقول رشتوں، ناطوں کا حصول دشوار ہی نہیں بلکہ ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے۔ اندریں حالات تنظیم الاخوان کے متعدد دیگر تعمیری واصلاحی منصوبوں کی طرز پر ایک ذیلی ادارہ "دار الاخوت" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

مرکز کی غرض وغایت

1 مرکزی خیال جذبہ اصلاح معاشرہ کے تحت فقط خدمت اہل اسلام ہے۔

2 اس تصور کے تحت معقول ومناسب رشتوں ناطوں کے متلاشی خاندانوں کا باہم متعارف کرانا ہے۔

3 یہ ادارہ کسی صلہ وستائش یا مالی منفعت کے تصور سے یکسر پاک ہے جس کا مقصد محض رضائے الٰہی ہے۔

مرکز کا طریق کار

1 اچھے رشتوں کے متلاشی خاندانوں کے مابین ان کی معاشرتی حیثیات اور ان کے بچوں کے تعلیمی اور معاشی پس منظر کو حتی الوسع ملحوظ رکھتے ہوئے تعارف معاملہ طے کرانا۔

2 ابتدائی مرحلے میں خواہش مند لوگوں کو مرکز سے رابطہ استوار کر کے ضروری کوائف درج کروانا ہوں گے۔

3 ضرورت مند افراد کو مرکز کی طرف سے انہیں ضروری اطلاعات کی بہم رسانی کے لئے معقول مناسب بندوبست کرنا ہوگا۔

4 بعد از تعارف دونوں خاندان باہمی تسلی و آمادگی کے مراحل خود طے کریں گے۔

5 مرکز کسی قسم کی فراہمی ضمانت کی پابندی سے مستثنیٰ ہوگا۔

ہدایات حفاظت خود اختیاری

1. آپ کے بخوبی علم میں ہے کہ موجودہ خود غرضانہ دور میں فریب دہی کے واقعات روزمرہ کا معمول ہیں' اس لئے قبولیت رشتہ سے قبل فریق ثانی کے کوائف کی خاطر خواہ تحقیق اپنے بااعتماد ذرائع سے کرانا ازحد ضروری ہے۔
2. ابتداء میں ملاقات میں سادگی کی روش اختیار کرتے ہوئے محض چائے کے کپ (پیالی) یا شربت کے گلاس پر ملاقات کی جائے' کیونکہ بعض خود ساختہ پیشہ ور شرفاء کا مقصد خاطر مدارت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔
3. اپنی خاندانی حیثیت اور بچوں کے تعلیمی مدارج کی بابت صرف حقیقی اصلی کوائف ظاہر کئے جائیں۔ دوسرے کو مرعوب کرنے کیلئے بناوٹی رکھ رکھاؤ سے ہرگز کام نہ لیا جائے' تاکہ بعد میں قباحتوں تنازعوں اور المیوں کا سامنا نہ ہو۔ تعلیمی اسناد کی تصدیق میں کوئی مضائقہ نہیں۔
4. جب تک مکمل تسلی فراہم نہ ہو جائے تحائف وغیرہ کے تبادلے یا ناپختہ مالی لین دین کی راہ نہ اپنائی جائے۔
5. رشتے پر آمادگی یا انکار کے فیصلے سے ادارے کو بلاتاخیر آگاہ کر دیا جائے' تاکہ ریکارڈ درست رہے۔

نام ________ ولدیت ________ عمر ________

تعلیم ________ قد و رنگ ________ برادری ________

ذریعہ معاش ________________

تفصیل افراد خانہ ________________

شادی شدہ / غیر شادی شدہ ________________

آبائی ضلع ________________

موجودہ سکونت ________________

کیفیت ________________

دار الاخوت: دفتر تنظیم الاخوان' غلہ منڈی گوجرہ' فون نمبر: 3483

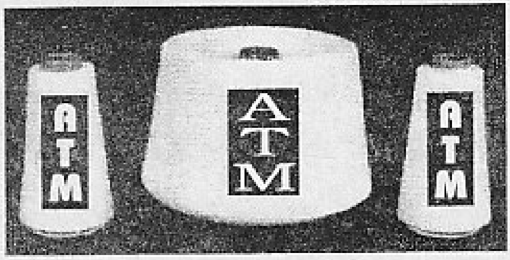

ہوزری وشٹل لیس لومز کیلئے
بہترین اور معیاری دھاگہ

16/PC	30/PC
22/PC	36/PC
24/PC	38/PC

خریدنے کیلئے سوتر منڈی میں
ہمارے سیلز آفس سے رجوع فرمائیں

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار، شریف مارکیٹ سوتر منڈی فیصل آباد فون نمبرز 638955 638956

پیدا فرمائی لیکن ہم بے ربط رہے اور نظم و اتحاد سے عاری رہے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۷۱ء میں ہم مشرقی پاکستان گنوا بیٹھے۔ بقول ڈیوڈ لیوشاک نظریہ پاکستان سقوط ڈھاکہ کے بعد ختم ہو گیا۔ ملاحظہ ہو۔

DAVID LOSHAK,Pakistan Crisis,

william Heinemann Ltd., London, 1971)

حالانکہ یہ سکالر اور مغربی نقاد غلط ہے۔ مشرقی پاکستان اب بھی ایک اسلامی مملکت ہے۔ نظریہ پاکستان ختم نہیں ہوا۔ اس سانحہ سے ہمیں بہت گہرا سبق سیکھنا چاہیے اور باقی ماندہ پاکستان کو سیاسی اور فکری لحاظ سے مستحکم بنانا چاہیے۔

پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین کا (PREAMBLE) ملاحظہ ہو جس میں لکھا ہے۔

"whereas sovereignty over the entire Universe belongs to Almighty Allah alone, and the authority to be exercised by the people of Pakistan within the limits prescribed by Him is a sacred trust."

اس آئین کا آرٹیکل نمبر ۶۲ بھی ملاحظہ ہو جس میں ممبران پارلیمنٹ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان خصوصیات کے حامل ہوں۔

"He is of good character. He is sagacious, righteous and non-profligate and honest and ameen"

کیا واقعی ہم نے اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کے تصور کو قبول کیا اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے شریعت کے نفاذ کا کام سرانجام دیا؟ کیا حکومتی عہدوں کو ہم نے اللہ کی طرف سے ایک دی ہوئی امانت سمجھا۔ کیا ہمارے سیاسی راہنما راست گو، دیانت دار اور امین بنے؟ افسوس کہ الیکشن لڑنا بجائے خود ایک بہت بڑی تجارت بن گئی۔ ایک الیکشن میں ایک امیدوار کا خرچ ۲۰-۱۵ لاکھ روپے سے لے کر دو سے ڈھائی کروڑ روپے تک ہوتا ہے۔ کیا اس جمہوری نظام میں ایک متقی اور اہل الرائے شخص الیکشن جیت سکتا ہے۔ ظلم، رشوت، ناجائز پرمٹ اور پلاٹ، سیاسی بلیک میلنگ اور ہارس ٹریڈنگ، ناجائز سفارش، بد دیانتی، جھوٹ، فریب، جھوٹے وعدوں، اسراف، لسانی بنیادوں پر گروہ بندیاں، اقرباء پرستی، عصبیتیں اور قانون شکنی اس سیاسی کلچر کا شعار رہی۔ ملک میں کیونکہ سیاسی استحکام پیدا ہوتا انہی بدترین راہنماؤں کے بارے میں حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔

"تمہارے بدترین سردار وہ ہیں جو تمہارے لیے مبغوض ہوں اور تم ان کے لیے مبغوض ہو۔ تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں---" (مسلم شریف)

ان سیاست دانوں نے قومی خانے کو بری طرح لوٹا۔

پاکستان میں اب آئین میں تیرہویں ترمیم کی منظوری کے بعد جس سے آٹھویں ترمیم کی متنازعہ شقیں ختم ہو گئیں، پاکستان میں انشاء اللہ سیاسی استحکام پیدا ہونے کی امید ہے ہمیں ہمہ جہتی ترقی کی ضرورت ہے۔ حکومتی، انتظامی، سیاسی اور سماجی اتحاد اور تعاون کی ضرورت ہے۔ ہمیں انقلاب ایران، سوڈان، ملائشیا، الجزائر اور افغانستان سے سبق سیکھنا ہو گا۔ ان ممالک نے غلط رسوم کو ختم کرنے کی کاوشیں کیں اور معاشی تبدیلیاں لانے کی سعی کی۔ مغرب کی تقلید کو چھوڑا اور خود انحصاری اختیار کی۔

پاکستان میں معاشی استحکام اور حضورؐ کا معاشی اسوہ حسنہ

اسلامی ریاست بنیادی طور پر ایک فلاحی ریاست ہوتی ہے۔ آج کل کی جدید فلاحی ریاستوں میں جو نمایاں خدوخال نظر آتے ہیں وہ تصورات ہمیں آج سے ۱۴۰۰ سال سے زیادہ عرصہ قبل نبی اکرمؐ اور خلفائے راشدینؓ نے دیئے۔ ایسا معاشرہ قائم ہوا جس میں مروت' اخوت' مودت' موانست' خیر سگالی اور کفالت عامہ کا جذبہ تھا۔

آج یورپ کو فخر ہے کہ لارڈ بیورج LORD BEVERIDGE نے کفالت عامہ کا تصور دیا جبکہ یہ تصور صدیوں سے موجود ہے۔ حضور اکرمؐ نے بے روزگاروں' معذوروں' یتیموں' بیوگان اور غرباء و مساکین کی امداد اور بحالی کا انتظام عطا فرمایا۔ یہ حضور اکرمؐ کا فیض تھا کہ نہ صرف خلفائے راشدین کے دور میں بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد مبارک میں لوگ اس قدر خوشحال اور معاشی لحاظ سے خود کفیل ہو گئے کہ لوگ زکواۃ کا مال لئے پھرتے تھے اور کوئی انہیں وصول کرنے والا نہ ملتا تھا۔

اہل مکہ روزانہ دیکھتے کہ رسول اللہ بازار میں جا رہے ہیں اور ان کے دونوں کندھوں پر بوجھ رکھا ہوا ہے۔ یہ ان کمزور اور محتاج عورتوں کا سامان ہوتا تھا جو خود بازار جا کر اپنی ضرورت کی چیزیں نہیں خرید سکتی تھیں۔

حضور اکرمؐ نے زکواۃ کو بطور اجتماعی سوشل سکیورٹی سسٹم رائج کیا۔ ۸ ہجری میں زکواۃ فرض ہوئی حضورؐ نے ایک مکمل معاشی نظام رائج فرمایا۔ ذخیرہ اندوزی' ناپ تول میں کمی' سود' اسراف بخل وغیرہ سے منع فرمایا۔ مضاربہ' مشارکہ' بیع معجل' اجارہ' مرابحہ' قرض حسنہ اور بیت المال سے سود کا متبادل نظام رائج فرمایا۔ آپؐ نے صدقات' انفاق فی سبیل اللہ' وراثت کے قانون وغیرہ سے ارتکاز دولت سے روکا۔ خمس اور عشر وغیرہ سے بھی قومی وسائل کو بڑھایا۔ آپؐ نے تجارت کو فروغ دینے کی تلقین فرمائی۔ اسلام کے نظام حکومت کا یہ اخلاقی اثر تھا کہ ہر شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضری دیتا۔ صدقات پیش کرتا اور برکت آمیز دعاؤں سے اپنے دامن کو بھرتا۔ بخاری شریف (کتاب الزکواۃ' ص ۳-۲) میں درج ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی روایت کرتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جب کوئی قوم اپنا صدقہ لے کر حاضر ہوتی تو آپؐ فرماتے تھے: یا اللہ! فلاں کی آل پر رحمت فرما۔ چنانچہ میرے باپ بھی صدقہ لے کر آئے تو آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر رحمت بھیج۔"

حضور اکرمؐ نے غربت کو اسلام کے معاشی نظام کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی۔ اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست بن گئی۔ آپؐ کے بارے میں ترمذی شریف (جلد ۴' ۳۳' حدیث ۱۹۵۱ء) میں درج ہے:

"الساعی علی الارملته والمسکین کالمجاہد فی سبیل اللہ او کالذی یصوم النہار و یقوم اللیل۔"

حضورؐ نے سود کو بدترین استحصالی عنصر قرار دیا۔ قرآن حکیم میں اسے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کھلی جنگ قرار دیا گیا۔ آج دنیا میں ۱۹۰ اسلامی بنک قائم ہیں جن میں ۱۰۰ ارب ڈالر جمع ہیں یہ حضورؐ کا فیض ہے کہ اب اسلامی بینکاری یورپ' ملائشیا اور مشرق وسطیٰ میں مقبول ہو رہی ہے۔ اسلامی ترقیاتی بنک جدہ جو ۱۹۷۵ء میں قائم ہوا مضاربت اور مرابحہ وغیرہ کے ذریعے بے شمار اسلامی ممالک میں ترقیاتی منصوبوں پر کام کر رہا ہے۔

آپؐ کا معاشی اسوۂ حسنہ یہ ثابت کرتا ہے کہ

سادگی، کفایت شعاری، دیانت داری اور خود انحصاری کی وجہ سے اقوام ترقی کرتی ہیں۔ شمائل ترمذی اور دیگر سیرت کی کتب سے ثابت ہے کہ آپؐ کا ایک لباس ہوتا جو آپؐ پہنتے حتیٰ کہ سفراء سے بھی اسی لباس میں ملاقات فرماتے۔ آپؐ نے اسراف اور خیانت سے منع فرمایا۔ یہ رذائل کسی ملک کو مستحکم نہیں ہونے دیتیں۔ آپؐ نے قرض مانگنے سے منع فرمایا۔ اس سے اقوام کی عزت نفس جاتی رہتی ہے۔ بیرونی قرضہ جات لعنت ہیں۔ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ اسلامی ریاست کے بجٹ کے اخراجات کے قواعد کی اساس ہے:

انما الصدقت للفقرا والمسکین والعملین علیها والمولفته قلوبهم و فی الرقاب والغارمین و فی سبیل الله وابن السبیل فریضته من الله والله علیم حکیم○

حضورؐ اکرمؐ نے واضح طور پر فرمایا تھا: "جو شخص قرض چھوڑے یا ایسے پس ماندگان چھوڑے جائے جن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو وہ میرے پاس آئیں، میں ان کا سرپرست ہوں۔" (بحوالہ اسلامی ریاست، صفحہ ۳۹۳)

قائداعظمؒ نے پاکستان کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ ایک فلاحی ریاست ہوگی مگر افسوس ایسا نہ ہوسکا۔ غربت، بے روزگاری، مہنگائی، ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ، رشوت، انتہا درجہ کی بد دیانتی، خیانت، اسراف اور رشوت نیز بیرونی قرضہ جات اور سودی نظام نے پاکستان کی معیشت برباد کر دی ہے۔ ہم نے اسوۂ حسنہ سے رہنمائی حاصل نہ کی۔ وفاقی شرعی عدالت نے سود کو حرام قرار دیا لیکن ہم نے اللہ کے اس قانون کے خلاف اپیل سپریم کورٹ میں کردی۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف کھلی جنگ تھی۔ ہم نے قرآن کی معاشی تعلیمات اور حضور اکرمؐ کے معاشی اسوۂ حسنہ کو پس پشت ڈال دیا اور اب ہماری معاشی زبوں حالی، خیانت و اسراف اور کرپشن کی حالت مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے عیاں ہے۔

پاکستان کی آبادی	۱۳ کروڑ
ٹیکس ادا کرنے والوں کی تعداد	۱۰ لاکھ
انتظامیہ پر اخراجات	۱۴۷ ارب روپے
بیرونی قرضہ جات	۳۰ ارب ڈالر
اندرونی قرضہ جات	۲۵ ارب ڈالر
جو قرضے سیاست دان ہڑپ کر گئے	۱۳۰ ارب روپے
بیورو کریسی جو رقم سالانہ کھا جاتی ہے	۴۰ ارب روپے
سالانہ ٹیکس جو چوری ہوتے ہیں	۱۵۰ ارب روپے

ماخذ: (NEWSWEEK, April 14,1997, Page 14

پاکستان میں رشوت، بددیانتی اور خیانت کی چند بدترین مثالیں ملاحظہ ہوں:

واپڈا پاور رونگ میں فراڈ (مئی ۱۹۹۶ء)	۲۷ ارب ۸۲ کروڑ روپے
سالانہ رشوت میں ضائع ہونیوالی رقم	۶۸۰ ارب روپے
حکمرانوں کے ایوانوں کیلئے درآمد شدہ پینے کا پانی (۱۹۹۶ء-۱۹۹۵ء)	۶ کروڑ
ایک لانگ مارچ پر خرچ	۹۶ لاکھ
نیشنل بنک نے جو قرضے معاف کئے ۱۹۹۶ء	۲۴ کروڑ روپے
حکمران طبقے کی گاڑیوں پر خرچ شدہ رقم	۷ ارب ۵۱ کروڑ روپے

ماخذ: منہاج: سہ ماہی، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء، لاہور صفحات ۹۱-۹۲)

اگر پاکستان کو ایشین ٹائیگر بنانا ہے تو ہمیں سیرت طیبہ سے راہنمائی حاصل کرنا ہو گی۔ پاکستان کو زراعت' صنعت' صحت اور تعلیم کے میدان میں ترقی کرنا ہو گی۔ بیرونی تجارت کو بہتر بنانا ہو گا۔ بیرونی تجارت کے فروغ کے لیے ہمیں حضورؐ کے بطور تاجر اسوہ حسنہ کا مطالعہ کرنا ہو گا۔ حضور اکرمؐ نے اپنے نظام تعلیم میں صفہ کے طلباء کو سائنسی علوم بھی پڑھوائے۔ زرعی علوم بھی پڑھوائے۔ اسی وجہ سے حضورؐ کے دور میں عرب نے گندم باہر بھجوائی۔ جزیرہ نما عرب گندم میں خود کفیل ہو گیا۔ طب نبویؐ بہت بڑا شعبہ ہے۔ اس پر بھی ریسرچ کی ضرورت ہے اور اس شعبے کو بھی اجاگر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عوام الناس اس بابرکت شعبہ طب سے فیض حاصل کر سکیں۔

زراعت' صنعت اور تجارت

ہماری پیداوار میں زراعت کا حصہ ۲۴ فیصد ہے۔ یہ ہماری بد نصیبی ہے کہ زرعی ملک ہونے کے باوجود ہم نے ۱۹۹۶ء-۱۹۹۵ء میں حسب ذیل درآمدات کیں۔

گندم	۱۱۵ ارب روپے
خوردنی تیل	۲۲ ارب روپے
چائے	۴ ارب روپے
کل برآمدات	۸۷۰۷ ملین ڈالر

امریکہ کے ایک زرعی تحقیقاتی ادارے کے مطابق پاکستان کو ۲۰۰۰ء میں ۷۷ لاکھ ٹن گندم' ۲۰۰ لاکھ ٹن خوردنی تیل' چاول اور چینی کافی مقدار میں درآمد کرنا پڑے گی۔ اس طرح پاکستانی معیشت کو ایک عظیم خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ یہ کتنی بد نصیبی ہے کہ ۲۵ ملین ایکڑ فٹ پانی سمندر میں پھینک کر ضائع کر دیا جاتا ہے۔ صحیح استعمال سے ہم اپنی پیداوار چھ گنا بڑھا سکتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو روزنامہ جنگ' جنگ فورم' بحث' مباحثہ سیمینار برائے لاہور ایڈیشن' ۱۴ اپریل ۱۹۷۷ء' صفحہ ۹)۔ اگر ملک میں اتحاد کی فضا پیدا ہو' معاملات اور مسائل شورائی انداز میں طے ہوں تو زراعت ترقی کر سکتی ہے' کالا باغ ڈیم بن سکتا ہے۔

ہیوی کیمیکل کمپلیکس ٹیکسلا' پاکستان سٹیل مل اور اس قسم کی دیگر صنعتیں پاکستان کی معاشی حالت کو مستحکم بنا سکتی ہیں بشرطیکہ محنت اور دیانتداری سے کام کیا جائے۔ ان صنعتوں میں کرپشن کو روکا جائے۔ اگر نجی شعبوں کو صنعتیں دینی ہیں تو اس میں رشوت اور بد دیانتی کا عنصر نہ ہو۔ ہماری برآمدات کم اور درآمدات زیادہ ہیں۔ ۱۹۸۹ء کے دوران قومی خسارہ ۲ ارب ۴۵ کروڑ ڈالر تھا۔

صحت اور تعلیم کا شعبہ

۹۰-۱۹۸۹ء کے دوران ہم نے تین ارب ستر کروڑ روپے کی ادویات باہر سے منگوائیں۔ اسپرین کی گولی کے لیے بھی ہم دوسروں کے محتاج ہیں۔ ساڑھے سات ہزار ادویات مختلف برانڈ ناموں سے باہر سے منگوائی جاتی ہیں۔ حکام اور سیاست دانوں کا طبقہ سرکاری اخراجات پر باہر سے علاج کرواتا ہے۔ یہ بھی بدترین قسم کی خیانت ہے۔

۱۹۸۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں شرح خواندگی ۲۶ فیصد تھی۔ اقوام متحدہ کی (HUMAN DEVELOPMENT REPORT U.N.O.) کے مطابق تعلیم کے میدان میں دنیا کے ۱۱۹ ممالک پاکستان سے بہتر حالت میں ہیں جبکہ پاکستان صرف ۴۰ ممالک سے بہتر حالت میں ہے۔ ہماری قومی آمدنی کا صرف ۲ فیصد تعلیم پر ۱۹۹۰ء میں خرچ ہوا جو دنیا میں کم ترین سطح پر گنا جا سکتا ہے۔ زندہ قومیں تعلیم پر بہت رقم خرچ کرتی ہیں

مثلاً"
انگلینڈ نے تعلیم پر خرچ کیا (۱۹۹۵ء) ۲۰ ہزار ملین ڈالر
فرانس نے اس شعبہ پر خرچ کیا (۱۹۹۰ء) ۲ لاکھ تیس
ہزار ملین فرانک

۱۹۹۵ء میں فرانس کی اسمبلی میں
ریٹائرڈ اساتذہ کی تعداد بطور ممبر ۴۰ فیصد

۱۹۴۷ء کی پہلی تعلیمی کانفرنس میں یہ اعلان کیا گیا کہ پاکستانی نظام تعلیم مذہبی بنیادوں پر استوار ہو گا۔ ہمیں ورثے میں لارڈ میکالے کا نظام تعلیم ملا جس نے ہمارے دماغوں میں غلامی کے جراثیم داخل کر دیئے۔ ہمارا نظام تعلیم مغربی ثقافت و تمدن اور لادینی افکار کا عکاس ہے۔ فنی اور سائنسی تعلیم کے ساتھ ساتھ حضور اکرمؐ کے نظام تعلیم (صفہ ماڈل) کے مطابق اخلاقی اور روحانی قدروں کو فروغ دیا جائے تاکہ پاکستان نظریاتی طور پر مستحکم ہو۔

جنوبی ایشیا میں انسانی وسائل کی ترقی کی رپورٹ ۱۹۹۷ء (استحکام پاکستان کے تناظر میں)

یہ رپورٹ اقوام متحدہ نے Centre and U.N.D.P. کے تعاون سے Human Development شائع کی ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق جنوبی ایشیا کے مجموعی دفاعی اخراجات کا ۹۳ فیصد حصہ صرف بھارت اور پاکستان کے دفاعی اخراجات پر مشتمل ہے۔ ان حالات میں بھلا پاکستان کیسے مستحکم ہو سکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ڈاکٹر محبوب الحق' جنوبی ایشیا میں انسانی وسائل کی ترقی کا چیلنج (مضمون)'
روزنامہ جنگ لاہور ۱۱ اپریل ۱۹۹۷ء

مستحکم دفاع

پاکستان کو مضبوط اور مستحکم دفاع کی ضرورت ہے۔ انڈیا اپنی افواج بڑھا رہا ہے اور دفاعی بجٹ میں اضافہ کر رہا ہے۔ ان حالات میں ہم خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ حضور اکرمؐ ساری زندگی اپنے اصولوں پر قائم رہے۔ اسی طرح ہم بھی کشمیر کے مسئلے میں اپنا موقف نہیں بدل سکتے۔ گزشتہ ۵۰ سالوں سے ہمارا وہی موقف رہا جو آج بھی ہے۔ ہمیں وسطی ایشیائی مسلمان ملکوں سے نیوکلر ٹیکنالوجی کے میدان میں تعاون حاصل کرنا چاہیے اور اتحاد بین المسلمین کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اس طرح ہم دفاعی لحاظ سے مستحکم ہو جائیں گے۔ حضورؐ نے اپنے دور مبارکہ میں بے شمار غزوات لڑے۔ بازنطینہ جیسی عالمی طاقت سے حضورؐ نے غزوہ تبوک کے ذریعے ٹکر لی۔ ہمیں حضورؐ کے اسوہ حسنہ کا بھی مطالعہ کرنا ہو گا۔ حتی الوسع آپؐ نے تصادم سے کنارہ کشی فرمائی مگر موقع آنے پر طاغوتی طاقتوں کا بھرپور مقابلہ فرمایا۔ پاکستان کی دفاعی پوزیشن اور بری فوج کی تعداد ملاحظہ ہو۔

انڈیا (بری فوج)	۱۱۰۰۰۰۰
پاکستان (بری فوج)	۵۰۰۰۰۰

(BRIAN HUNTER The Statesman Year book 1995-96
MacMillan press (London 1995)

ایک طرف پاکستان کی معیشت پر دفاعی اخراجات کا بوجھ ہے اور دوسری طرف کرپشن نے تباہی مچائی ہوئی ہے۔ امریکہ نے پاکستانی سیاست دانوں' اعلیٰ سول و غیر سول فوجی افسروں اور تاجروں کی فہرست شائع کی ہے جن کا تعلق منشیات کی سمگلنگ سے ہے۔ اس فہرست کے مطابق ایسے افراد کی تعداد ۸ ہزار ہے۔ ملاحظہ ہو انگریزی اخبار دی نیوز THE NEWS' مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۹۶ء)۔
اپریل ۱۹۹۷ء میں پاکستان ایئر فورس کا ایک آفیسر پی اے

الیف کے جہاز میں ہیروئن لاتے ہوئے امریکہ میں پکڑا گیا ہے۔ ہمارے لیے کس قدر ذلت کا مقام ہے۔ اپریل ۱۹۹۷ء میں وزیراعظم پاکستان کے بیان کے مطابق ایک بیوروکریٹ نے تحقیقاتی عمل سے بچنے کے لیے متعلقہ افراد کو ۲۰ کروڑ روپے رشوت دینے کی پیش کش کی ہے۔

خاک ہے اب بھی چمن میں اڑتی ہے
موسم گل اور یہ خزاں--- افسوس
(وفا براہی)

ایک طرف کرپشن کا سیلاب اور دوسری طرف غربت کا ریگ رواں--- ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے بجٹ کا ۳۵ فیصد قرضوں کی ادائیگی میں گزرتا ہے۔ دفاع پر اخراجات ۴۰ فیصد ہیں۔ انتظامیہ پر اخراجات ۱۵ فیصد ہیں۔ باقی ۱۰ فیصد سے خاک ترقی ہو گی۔ پاکستان میں ہر پیدا ہونے والا بچہ ۲۱ ہزار روپے کا مقروض ہے اور ہر خاندان اوسطاً" ایک لاکھ روپیہ کا مقروض ہے (بحوالہ جنگ' لاہور' صفحہ اول' یکم اپریل ۱۹۹۷ء)

جاگیرداروں کی یہ حالت ہے کہ ان کے ۲۴۵۷ افراد نے ۱۹۹۶ء میں ۲۸ لاکھ روپے بطور دولت ٹیکس ادا کئے جبکہ تنخواہ دار طبقے نے سی بی آر کی رپورٹ کے مطابق ۵ ارب ۲۰ کروڑ روپے بطور ٹیکس ادا کیے پاکستان میں غربت کی ایک جھلک ان اعداد و شمار سے واضح ہوتی ہے اور پھر آبادی کا مسئلہ دیکھیں۔

نام ملک	آبادی	سالانہ آمدن فی کس امریکن ڈالر میں
(۱) ڈنمارک (۱۹۹۳ء)	۵.۲ ملین	۲۵۹۳۰
(۲) اسرائیل (۱۹۹۰ء)	۵.۴۶ ملین	۱۳۲۳۰
(۳) انڈیا (۱۹۹۳ء)	۹۱۳.۰۷ ملین	۳۱۰
(۴) پاکستان (۹۶-۱۹۹۰ء)	۱۳۱.۵ ملین	۴۱۰

(BRIAN HUNTER: The statesman your book, 1995 Edition)

تقابلی مطالعہ کے لیے کوریا اور پاکستان کی سابقہ آمدن اور موجودہ آمدن ملاحظہ ہو۔ زندہ اقوام کس طرح ترقی کرتی ہیں۔ (یہ آمدن فی کس سالانہ ہے)

	۱۹۶۱ء کے دوران	۱۹۹۶ء کے دوران
پاکستان کی آمدن	۱۲۰ ڈالر	۴۳۰ ڈالر
کوریا کی آمدن	۶۳ ڈالر	۱۵۰۰ ڈالر

پاکستان میں معاشرتی استحکام

معاشرتی استحکام کے بغیر ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ معاشرتی ناہمواریاں' طبقاتی کشمکش' آزادی نسواں کا مسئلہ' عائلی نظام میں شکست و ریخت' شراب نوشی' سمگلنگ' ذلت کی ریل پیل اور دوڑ' روحانیت سے دوری' دہشت گردی' لاقانونیت' انصاف کے حصول میں تاخیر' تعلیمی اداروں میں غنڈہ گردی' کرپشن' مذہب سے بے زاری' الحاد و دہریت' معاشرے میں بے سکونی' امن کا فقدان' اخلاقی تنزل' ثقافتی یلغار بذریعہ اخبارات اور میڈیا اور تقلید مغرب پاکستان کے استحکام میں رکاوٹ ہیں۔ پاکستان میں فرقہ واریت بھی خطرے کی گھنٹی ہے۔ انسانی بنیادی حقوق کی پامالی بھی قابل مذمت ہے۔ فضول رسموں کی بھی بیخ کنی ضروری ہے۔

فرقہ واریت کی آگ نے پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ علماء کرام کا قتل' علماء کی تکفیر' عبادت گاہوں میں معصوم لوگوں کا قتل اور بڑھتی ہوئی نفرتوں کی خلیج حضورؐ کی تعلیمات کے برعکس ہے۔ ان حالات میں غیر ملکی طاقتیں اور دشمن فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وفاقی اور

صوبائی سطح پر فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لیے حکومت فی الفور کام کرے۔ مشائخ عظام اور میڈیا وغیرہ کی مدد سے اس مشن کو شروع کیا جائے۔ وگرنہ اس کے نتائج اور زیادہ بھیانک ہوں گے۔

امت مسلمہ کا مقصد وجود امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ حضورؐ اکرم کی ساری زندگی آپؐ کا یہی مشن رہا۔ حکومت کا فرض ہے کہ شراب کا کاروبار بند کرائے۔ سینما' کنسرٹ ہال' قحبہ خانہ' ناچ گھر' ویڈیو سنٹر اور فحاشی کے اڈے بند کرائے۔ ٹیلی وژن اور اخبارات کے ذریعے اور ڈش انٹینا کے ذریعے بیرونی ثقافتی یلغار اور فحاشی کے امڈتے ہوئے سیلاب کو قانون سازی سے فوراً" بند کرائے۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے۔

"تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے اسے چاہئے کہ اس کو ہاتھ سے روکے اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے روکے' اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے برا سمجھے اور روکنے کی خواہش رکھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔" (مسلم' کتاب الایمان' باب ۲)

حضورؐ کی سیاست اور تدبر کا یہ اعجاز ہے کہ آپؐ نے عرب ایسے ملک میں امن و عدل کی حکومت قائم فرما دی جہاں لاقانونیت کا دور دورہ تھا۔ جرائم کی روک تھام کے لیے حضورؐ اکرم نے حدود تعزیرات کا نظام قائم فرمایا۔ آپؐ نے قصاص و دیت کا بھی مکمل قانون نافذ فرمایا۔ زناء' سرقہ' حرابہ' ارتداد اور حد خمر کے مقدمات میں آپؐ نے کڑی سزائیں دے کر معاشرے کی تطہیر فرمائی۔ بنی عکل کے مقدمے میں حضورؐ نے قتل کی سزا سنائی تھی یہ راہزنی کا مقدمہ تھا۔ آپؐ نے ڈاکوؤں کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا کر قتل کروا دیا تھا۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳۶ میں ایسے سنگین جرائم کو فساد فی الارض اور اللہ سے جنگ کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

انما جز والذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا و یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف اوینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم○

پاکستان میں حال ہی میں گینگ ریپ کی سزائے موت قابل تحسین عمل ہے۔ ایسے بھیانک جرائم فساد فی الارض کے زمرے میں آتے ہیں اور ان کی سزا قتل ہے۔ فقہ میں پھانسی پانے والے راہزن کی لاش کو تین دنوں تک پھانسی کے تختے پر چھوڑ دیا جائے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔ پاکستان میں شریعت کو سپریم لاء قرار دیا جائے اور فقہ اسلامی فوراً" نافذ کیا جائے تاکہ لوگوں کو فی الفور اور سستا انصاف ملے۔

نظام تعلیم کسی قوم کے نظریے' امنگوں اور تہذیب و تمدن کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ حضورؐ کے نظام تعلیم سے راہنمائی حاصل کر کے ہم ملک کے نظریاتی' مذہبی' معاشی' ثقافتی' سیاسی اور سماجی مقاصد حاصل کر سکتے ہیں۔ اس نظام سے ہم سچے مسلمان اور مفید شہری بن سکتے ہیں۔

پاکستان میں انسانی بنیادی حقوق بری طرح پامال ہوتے ہیں۔ ہماری پولیس بدترین پولیس ہے یہ ان حقوق کو سلب کرتی ہے۔ حضورؐ کا خطبہ حجتہ الوداع انسانی حقوق کا منشور اعظم MAGNA CARTA ہے۔ اس پر عمل پیرا ہو کر ہم معاشرے میں استحکام پیدا کر سکتے ہیں۔ ہم معاشرہ میں پھیلی ہوئی فضول رسموں سے بھی نجات حاصل کر سکتے ہیں اگر حکومت اس ضمن میں کاوش کر

کے شادی میں کھانوں کے موقعوں پر اسراف حکومت نے بند کیا۔ یہ ایک مستحسن قدم ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں سادگی کو شعار بنانا ہو گا۔ اسوہ حسنہ بھی یہی درس دیتا ہے۔

پاکستان کے استحکام کے لیے تجاویز سیرت طیبہ کی روشنی میں

سورۃ انفال کی آیت نمبر ۵۳ میں ارشاد ہے کہ اللہ کسی قوم کی زندگی میں تبدیلی اس وقت تک نہیں کرتے جب تک کہ اس کے نفوس کے انداز بدل نہیں جاتے اور وہ اپنے اندر تبدیلی نہیں لاتے۔

ذلک یان اللہ لم یک مغیرا نعمتہ انعبا علی قوم حتی بغیروا ما بانفسھم و ان اللہ سمیع علیم○ پاکستان کی فکری جڑیں اسلام کی تعلیمات میں ہیں۔ یہ مملکت آزادی کے ہر ننھے ٹمٹماتے چراغ کی روشنی ہے۔ یہ ملک آزادی کے قافلے کے ہر لٹے پٹے مہاجر کی قربانیوں کا ثمر ہے۔ یہ خطہ پنجاب' یہ سرزمین سرحد' یہ شاہراہ ریشم' یہ رفعتوں والا قراقرم' یہ فلک بوس چوٹیاں' یہ رفعتوں کے نشاں' یہ وادی مہران' یہ وادی فاراں' یہ عروس البلاد اسلام آباد' وادی کوئٹہ کی دھرتی پر سرخ سیبوں سے لدے ہوئے باغات' یہ خطہ سندھ' چولستان کا جل تھل' بابائے ملت کے شہر آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہوئے' بھرے پانیوں کے سفینے' نگر نگر' قریہ قریہ بکھری رتیں' ہر رنگ، ہر آہنگ ہر سنگ دامن کشاں نظارے اور خوشبو وطن کے گداز جھونکے حب الوطنی کی صدا دیتے ہیں' پیار مانگتے ہیں اور قربانی کا تقاضا کرتے ہیں۔ سفید فام آقا تو بدل گئے مگر افسوس وہ اپنے ذوق کے لوگ چھوڑ گئے۔ انگریز نے ہمارے سیاسی' معاشرتی' معاشی' اقتصادی اور مذہبی اوارے' بری طرح متاثر کیے۔ لارڈ میکالے نے کہا تھا کہ ہندوستان میں ہم ایسی تعلیم چاہتے ہیں جس کے فارغ التحصیل لوگ نسل اور رنگ کے اعتبار سے دیسی ہوں مگر ذوق و خیالات' عقائد' اخلاقیات اور جملہ ذہنی میلانات کے اعتبار سے انگریز ہوں۔ لارڈ میکالے کے الفاظ ہیں:

"We must at present do our best to form a class - of persons indian in blood and colour but english in taste, in opinions in morals and in intellect."

(MACAULAY,S Minutes on Education in India, Calcutta, 1862, page 115)

انگریز کی اس پالیسی نے ہماری ثقافتی' مذہبی اور تہذیبی بنیادوں کو متزلزل کر دیا:

میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی
لکھ دیا منجملہ اسباب ویرانی مجھے

آج برہمنیت' اشتمالیت' لادینیت اور دیگر طاغوتی طاقتیں پاکستان کے درپے ہیں وہ اس مملکت کو ہرگز مستحکم نہیں دیکھنا چاہتیں۔ اخوت' بے مثال ربط و ضبط' ایثار اور قربانی کے جذبے مجروح ہو رہے ہیں۔ داغ ہائے غم چراغ سینہ کتنے ہیں۔ افسوس اب وہ قافلہ نہیں جس میں شمع نبوت کے پروانے ٹیپو سلطان' شاہ اسماعیل شہید' علامہ اقبال' سید امیر علی' مولانا شوکت علی' مولانا محمد علی جوہر' مولانا ظفر علی خان' حالی اور شبلی نعمانی اور اس قسم کی نابغہ روزگار ہستیاں تھیں جنھوں نے اس مملکت کی تشکیل میں حصہ لیا۔ اب پھر سے مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ضرورت ہے۔ جو تصور باطل پر کاری ضرب لگائے۔ کشمیر کے مسلمانوں کا لہو کتنا ارزاں

ہے۔ افسوس اب اس قافلے میں کوئی صلاح الدین ایوبی نہیں۔ افسوس اب اپنے ہی ڈاکو اور رہزن بن گئے۔ آج پھر ہمیں نئے نوجواں سالار عرب محمد بن قاسم کی ضرورت ہے۔ جس نے ساحل مالابار سے ہوتے ہوئے سرزمین سندھ میں ایک مسلمان بیٹی کی آواز پر لبیک کہا تھا۔ صلیبی طرز فکر کی حب الوطنی کا فقدان' مجرمانہ تغافل' لاقانونیت اور کرپشن نے زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ من حیث القوم ہم روح محمدؐ کے آگے شرمندہ ہیں۔ نظام مصطفویؐ کا نفاذ قوم کا نعرہ تھا' نظریہ پاکستان کی بنیاد تھی' اساس بھی ہے اور راہ نجات بھی۔ اگر پاکستان کو بچانا ہے اور مستحکم کرنا ہے تو ہمیں عمر بن عبدالعزیزؒ کے نقش قدم پر چلنا ہو گا جو ذاتی کام کے وقت سرکاری چراغ بجھا دیا کرتے تھے۔ اگر ہمیں مضبوط پاکستان درکار ہے تو ہمیں حضرت عمرؓ جیسے درویش منش خلیفہ وقت کی اتباع کرنا ہو گی جن کی قمیض پر دس دس پیوند لگے ہوتے تھے ان خلفاء میں اور دیگر خلفائے راشدینؓ میں آنحضرتؐ کے اوصاف حمیدہ کا پرتو نظر آتا ہے۔ اگر ہمیں پاکستان کو سیاسی' معاشی اور معاشرتی طور پر مستحکم کرنا ہے تو ہمیں حضور اکرمؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرنا ہو گی جنہوں نے اس حالت میں رحلت فرمائی کہ آپؐ کی زرہ ایک یہودی مالدار کے پاس تیس (۳۰) صاع جو کے عوض رکھی ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری' باب مرض النبیؐ وفاتہ) وفات کے بعد حضرت عائشہؓ نے صحابہ کرامؓ کو پیوند لگی ہوئی ایک چادر اور پیوند لگا ہوا ایک تہمد دکھایا کہ تمہارے رسول اللہؐ نے یہ ترکہ چھوڑا ہے۔ حضورؐ کے سیاسی اور معاشی اسوۂ حسنہ میں پاکستان کے امیر لوگوں اور سربراہان مملکت کے لیے اسباق ہیں اگر پاکستان کو ایک فلاحی مملکت بنانا ہے۔ گزشتہ صفحات پر اسوۂ حسنہ سے متعلق واقعات دراصل قیامت تک آنے والے حکمرانوں کے لیے سبق ہیں جو عوام کی فلاح و بہبود اور اپنے ممالک کا استحکام چاہتے ہیں۔ پاکستان کے استحکام کے بارے تجاویز تو کافی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان تجاویز کو روبعمل کیونکر لایا جائے۔ وہ قوت کہاں ہے جو اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی راہ کی رکاوٹوں کو دور کر سکے؟ ہمارا پورا نظام اسلام کے خلاف ہے اور خود اس کا وجود ہی اسلامی نظام کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ پاکستان کی تعمیر نو اور استحکام کے لیے سیرت طیبہ کی روشنی میں حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) سیاسی نظام میں تبدیلی لائی جائے۔ اہل تقویٰ اس شورائی نظام میں منتخب ہوں۔ قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء بنایا جائے۔

(۲) بیرونی قرضوں کی واپسی کے لیے ٹھوک طرز پر ہنگامی فنڈ کا قیام عمل میں لایا جائے الحمد للہ اس ضمن میں پیش رفت قابل تحسین ہے۔ نادہندگان سے لوٹی ہوئی رقوم کی فوری واپسی کا اہتمام کیا جائے۔ ٹیکس کے نظام میں اصلاح کی جائے۔ صدقات و زکواۃ اور عشر کی وصولی کا انتظام بہتر بنایا جائے۔ بیت المال کو موثر بنایا جائے۔ ضلع کی سطح پر زکواۃ اور عشر وغیرہ کی وصولی سے مفلوک الحال لوگوں کے لیے گھریلو صنعتیں بنائی جائیں۔

(۳) ملکی مصنوعات کے استعمال کی مہم چلائی جائے۔ کفایت شعاری اور سادگی کو اپنا شعار بنایا جائے۔ شادی وغیرہ میں کھانوں پر پابندی اور اسراف سے اجتناب حکومت کا مستحسن قدم ہے۔ نیز دینی اقدار کو فروغ دیا جائے۔ اتحاد بین المسلمین وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ مسلم امہ کی مشترکہ منڈی تشکیل دی جائے اس طرح پاکستان کی اقتصادی حالت بہتر ہو گی۔ سائنس اور نیوکلیر

ٹیکنالوجی کی تعلیم دلائی جائے۔ بیرون ملک پاکستانیوں کو پاکستان میں سرمایہ کاری کی ترغیب دلائی جائے۔ بیرون ملک پاکستانیوں کے پاس ۳۸ ملین ڈالر کی بچتیں ہیں۔

(۴) سودی کاروبار کو ختم کیا جائے۔ ورک کلچر اور حب الوطنی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

(۵) کراچی کا مسئلہ حضورؐ کے نظام مواخاۃ کو سامنے رکھ کر حل کیا جائے۔ مہاجرین کا سیاسی حل تلاش کیا جائے۔ علاقائی عصبیتیں، صوبائی تعصب اور فرقہ واریت کو ختم کرنے کی کاوشیں کی جائیں۔

(۶) دہشت گردی اور لاقانونیت کو ختم کرنے کے لیے حضور اکرمؐ کی نافذ کردہ سزائیں دی جائیں۔ خیانت اور کرپشن کو ختم کرنے کے لیے حضورؐ کا دیا ہوا نظام احتساب صحیح طور پر نافذ کیا جائے۔

استحکام پاکستان کے لیے بہترین راہنمائی دنیا کے عظیم ترین مدبر اور نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

اللھم صلی علی محمد النبی الامی و علی اله وسلم

فہرست کتب

(اس مقالے کی تیاری میں حسب ذیل کتب اور مضامین سے استفادہ کیا گیا)

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ ابن جوزی، حیات فاروق اعظمؓ (اردو ترجمہ علامہ شاہ حسن عطا)، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۳ء

۳۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (اردو ترجمہ)، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور: طبع اول

۴۔ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۵ء

۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۹ (مقالہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دانش گاہ پنجاب لاہور

۶۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ (اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم)، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۶۳ء

۷۔ پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، نبی کریمؐ کی معاشی زندگی، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور ۱۹۶۳ء

۸۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن، اسلامی قوانین حدود و قصاص دیت و تعزیرات، قانونی کتب خانہ، لاہور اشاعت اول

۹۔ جنگ (روزنامہ) اسلامی مشترکہ منڈی، کامرس سپیشل رپورٹ، از منذر الٰہی، لاہور، ۲۹ مارچ، ۱۹۹۰ء

۱۰۔ حامد انصاری (مولانا) اسلام کا نظام حکومت، الفیصل ناشران، لاہور، سال اشاعت نا معلوم

۱۱۔ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، النظم الاسلامیہ (اردو ترجمہ، مسلمانوں کا نظم مملکت از مولانا علیم الدین صدیقی)، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۷۵ء

۱۲۔ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ اسلامی معاشیات، دارالاشاعت، کراچی

۱۳۔ روزنامہ جنگ، حکمران طبقے کی لوٹ کھسوٹ کے باعث مہنگائی میں اضافہ جاری رہے گا۔ خصوصی رپورٹ از سعید قاضی، لاہور، ۲۹ مارچ ۱۹۹۷ء

۱۴۔ روزنامہ جنگ، ڈاکٹر محبوب الحق، جنوبی ایشیا میں انسانی وسائل کی ترقی کا چیلنج (مضمون) لاہور ایڈیشن، ۱۱ اپریل ۱۹۹۷ء

۱۵۔ سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ، اسلامی ریاست، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء

۱۶۔ علامہ شبلی نعمانیؒ و علامہ سلیمان ندویؒ، سیرت النبیؐ جلد پنجم، الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۱ء

نفاذِ اسلام۔ جہادِ ہندوستان

خطاب امیر تنظیم الاخوان پاکستان مولانا محمد اکرم اعوان 29 مئی 1998ء

عزیزانِ گرامی! میں نے سورۃ انفال کی 38 سے 40 تین آیات مبارکہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ وطن عزیز کی موجودہ صورت حال پر کتاب اللہ کی روشنی میں بنیادی طور پر جو بات کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کسی بھی فرد بشر کا مخالف نہیں ہے۔ اسلام سلامتی کا مذہب ہے' محبت کا مذہب ہے اور ہر شئے کے لئے اور ہر فرد کے لئے اللہ کی رحمت کا سبب ہے۔ سلامتی میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ جو چیز سلامتی کو خراب کرنے والی' برباد کرنے والی ہو اس چیز کو اس سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔ رحمت کا تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے مقابلے میں جو زحمت ہے' جو مصیبت ہے' جو پریشانی ہے اس کا بھی تدارک کیا جائے۔ یہ رخ بھی رحمت کا ہے۔ اسی لئے اسلام نے جنگ کا فلسفہ ہی ختم کر دیا۔ جنگ ہوتی تھی مخالف کو کچلنے کے لئے' اس کے وسائل کو تباہ کرنے کے لئے' اسے اپنے سے کمزور کرنے کے لئے' اپنا غلام بنانے کے لئے' اسلام نے جہاد کا فلسفہ دیا اور جہاد ہے ظلم کو ختم کرنا زیادتی کو ختم کرنا خواہ وہ کافر پر بھی ہو رہا ہو۔ خدانخواستہ اگر کوئی مسلمان ظلم کرنے پر آجائے تو اسے بھی روکا جائے یعنی ظلم کو روکا جائے گا خواہ اس کے کرنے والا کوئی بھی ہو اور یہ دین کا اتنا اہم شعبہ ہے کہ اس کے لئے خود رسول اللہ ﷺ جو سراپا رحمت تھے۔ وما ارسلنک الا رحمت اللعالمین۔ ساری کائنات کے لئے آپ کا وجود مجسم رحمت تھا۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے دو دو زرہیں زیب تن فرمائیں اور ظلم کو روکنے کے لئے شمشیر بکف ہو کر میدان جہاد میں کودے۔ اپنے حبیب ﷺ سے ارشاد ہو رہا ہے اور قیامت تک کے لئے ہر اس فرد سے جو دین کے پلیٹ فارم سے بات کرتا ہے۔ قل اللذین کفرو کہہ دیجئے کافروں سے ذرا وسیع الظرفی اور اللہ کے حکم کا اندازہ فرمایئے۔ ان ینتھو یغفرلھم ماقد سلف۔ کہ جو بھی کر چکے ہو آج تو یہ کرلو' آج باز آجاؤ' آج اسلام قبول کرلو' جتنا ظلم کر چکے ہو میں معاف کردوں گا اور اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو ظلم کرنے سے رک جاؤ۔ تمہارے خلاف جہاد نہیں کیا جائے گا۔ اگر اسلام قبول کرتے ہیں تو جو ہو چکا وہ سارا معاف ہو جائے گا۔ تو اس سے زیادہ وسیع الظرفی کا کوئی تصور ہے کہ ایک شخص نے ہزارہا مظالم کئے ہوں' ساری زندگی ظلم کرتا رہا ہو سینکڑوں قتل کئے' لاکھوں ڈاکے ڈالے' شراب نوشیاں کیں' خرابیاں کیں' ظلم کئے' جور وستم کئے۔ فرمایا اب توبہ کرکے میرے دروازے پہ آجاؤ' آج میری عظمت کا اقرار کرلو میرے نبی ﷺ کے دامن کو تھام لو۔ یغفرلھم ماقد سلف۔ تم سب کا جو کچھ تم آج سے پہلے کر چکے ہو سارا معاف کردوں گا۔ فقد سنت الاولین۔ تو پہلے کافروں کا جو حشر ہوا ہے وہ دیکھ لو۔ ان کی تاریخ پہ نظر کرلو یقیناً" تمہارا حشر بھی وہی ہوگا۔

یہاں بات ختم کرکے خطاب مومن سے ہوتا ہے۔ وقاتلوھم ان سے قتال کرو یہ ہمارے دوست علمائے کرام جو بڑے نرم نرم معنی پہناتے ہیں اس حکم کو بالخصوص ہمارے تبلیغی جماعت کے دوست کہ بات سے جہاد کیا جائے اور محنت کی جائے ان سے قاتلوھم کا ترجمہ پوچھئے۔ وہ علیم وخبیر خوب جانتا تھا کہ ایسے لوگ بھی آئیں گی جو جہاد کو کبھی زبانی بات کا جامہ پہنائیں گے کبھی اسے قلمی جہاد کہیں گے اس کریم نے یہاں وجاھلوھم۔ نہیں فرمایا بلکہ وقاتلو وقتلو۔ یہ حکم ملا نبی ﷺ کے پروانوں کو تو انہوں نے کافروں کو قتل کیا بھی اور خود راہ حق میں قتل ہوئے بھی۔ اسے قتال کہتے ہیں فرمایا۔ کب تک لاتکون فتنتہ ویکون الدین کلہ للہ۔ جب تک روئے زمین پر کسی جگہ کہیں کوئی کفر موجود ہے تب تک تم پر قتال فرض ہے' تب تک قتال کرتے رہو۔ حتی لاتکون فتنہ حتی کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ ویکون الدین کلہ اللہ۔ اور روئے زمین پر اللہ کی حکمرانی قائم ہو جائے۔ عدل اسلامی قائم ہو جائے۔ ظلم ختم ہو جائے۔ فان انتھو۔ اور اگر کافر ظلم سے باز

آجائیں۔ فان اللہ بما یعملون بصیر۔ توان سے درگزر کرو۔ پھر جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ دیکھ رہا ہے یعنی اگر وہ منافقت کرتے ہیں اور زبانی کہتے ہیں ہم باز آئے اور باز نہیں آتے تو اللہ اس کی سزا نہیں دے گا۔ وان تولو۔ اور اگر کافر تم سے دوستی توڑ لے۔ فاعلموا۔ تو یہ بات جان لو کہ ان اللہ مولکم۔ تمہارا مولا اللہ ہے تم کافروں کے محتاج نہیں ہو تمہارا دوست' تمہارا مددگار' تمہارا مالک اللہ ہے۔ نعم المولی ونعم النصیر۔ کیا خوب مولا ہے اور کیا خوب مددگار ہے اس کا کوئی ثانی' کوئی شریک نہیں اس جیسا کوئی اور نہیں۔

حضرات گرامی! آج امریکہ نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ ہم نے پاکستان سے دوستی ختم کرلی ہم پاکستان پر اقتصادی پابندیاں عائد کرتے ہیں' الحمد اللہ شکر ہے کہ کوئی پہلو تو منافقت کا ختم ہوا۔ کسی طرف سے تو ہم مسلمان ثابت ہوئے۔ یہ تو پچاس سالہ کفر ٹوٹا۔ جنگ عظیم دوئم جب ختم ہوئی تو ان فاتحین کے درمیان جو معاہدے ہوئے جنہیں اتحادی کہتے تھے یہ امریکہ' برطانیہ' فرانس' وغیرہ اور جرمنی اور جاپان کو محوری کہتے تھے چونکہ وہ دنیا کے دو سروں پر تھے۔ اتحادیوں نے علاقے اور ان کے وسائل آپس میں بانٹے تھے۔ جنگ کے بعد برطانیہ نے نو آبادیات کے جو مفادات تھے وہ بھی تقسیم کیے تو اس میں پاکستان اور برصغیر سے وابستہ آئندہ مفادات امریکہ نے لینے تھے ان میں یہ معاہدہ ہوا لہٰذا برطانیہ یہاں سے چلا گیا اور یہاں امریکی تسلط قائم ہو گیا۔ الحمد اللہ!

کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

بہت خوبصورت بات ہے جو امریکہ نے پاکستان سے دوستی توڑ لی۔ فرمایا وان تولو۔ اگر یہ تم سے الگ ہو جائیں۔ فاعلموا۔ یہ بات جان لو۔ ان اللہ مولکم۔ اللہ تمہارا مولا ہے۔ احد میں مشرکین مکہ نے نعرہ لگایا تھا ہمارے پاس عزہ بت ہے اور تمہارے پاس تو کوئی عزہ نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں جواب دو۔ ہمارا تو اللہ ہے تمہارے ساتھ اللہ نہیں ہے۔ وہی بات یہاں قرآن کریم دہرا رہا ہے کہ اگر کافر تم سے کنارہ کش ہو جائے تو فاعلمو یہ بات اچھی طرح جان لو کہ ان اللہ مولکم۔ بیشک یہ پختہ بات ہے کہ اللہ تمہارا مولا ہے اور کیا خوب مولا ہے اور کیا بے مثال مولا ہے۔

حضرات گرامی! ہمیں کسی فرد سے اختلاف نہیں ہے بحیثیت تنظیم الاخوان ہم نے بھی جلسے کیے' جلوس نکالے اور آل پارٹیز کانفرنسز میں مطالبہ بھی کیا کہ حکومت دھماکہ کرے اور الحمد اللہ حکومت نے دھماکے کیے اور ہندوستان سے طاقتور ترین دھماکے کیے۔ اب کفر کا انصاف دیکھو ہندوستان پر پابندیاں نہیں لگیں اور الحمد اللہ پاکستان کی یہ شناخت ہوئی کہ یہ مسلمان ملک ہے۔ میں نے اپنے کل کے بیان میں بھی یہ بات کہی جو اخبار میں بھی آئی کہ حکومت کو چاہیے امریکہ روٹھ تو گیا ہی ہے جس سے ڈرتے تھے اب نفاذ اسلام کا بم بھی چلا دو امریکہ کے ڈر سے یہ نافذ نہیں کر رہے تھے یا حکمرانوں کو ڈر تھا کہ ان کا مال' اسلام ان سے لے کر غریبوں میں بانٹے گا۔ ارے ظالمو! تمہارا سارا مال امریکہ کھا گیا اب جتنے ڈالر ملک سے باہر تھے کسی کو ایک پائی نہیں ملے گی جب تک دوبارہ پابندیاں ختم نہیں ہوتیں۔ ظالمو! تم نے قوم کو لوٹا' غریبوں کو لوٹا' بے کسوں کو لوٹا' بیماروں کو لوٹا' غریب اور مفلس اور بے نواؤں کو لوٹا' بیوہ عورتوں کے حصے کی زکوۃ وخیرات تک لوٹ کر لے گئے اور پیسے وہاں جا کر جمع کروائے مگرمچھ کے پیٹ میں۔ آج مگرمچھ نے اپنا جبڑا بند کر لیا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ تم لوٹ لوٹ کر جس پیسے پر بہت خوش تھے ہمارے کام سے تو پہلے ہی گیا تھا اب الحمد اللہ تمہارے کام سے بھی گیا۔ اب توبہ کرلو' اب اللہ کو راضی کرلو' اب اللہ کے حبیب ﷺ کو راضی کرلو' اب دھماکہ کردو کہ ہم اسلام نافذ کرتے ہیں۔ معیشت کو اسلامی کرو بھوک نہیں آئے گی۔ کسی امریکی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی باہر کے سرمائے کی ضرورت نہیں ہے۔ خوشحالی آجائے گی عدلیہ کو کلمہ پڑھاؤ' اسے مسلمان کرو' اس کا طریقہ شہادت اسلامی بناؤ' طریقہ عدالت اسلامی بناؤ' شریعت کے مطابق ہر مجرم کو سزا دو اور ہر شریف آدمی کو احترام دو۔ تعلیم کو اسلامائز کرو۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ملک کے ہر بچے کی تعلیم کا اہتمام کرے۔ ہر بچے کو مساوی حقوق دیئے جائیں یہ بڑے بڑے

ادارے جو امیروں کے لئے ہیں یہ ختم کئے جائیں۔ پورے ملک میں ایک نظام تعلیم رائج ہو۔ ایک نصاب تعلیم ہو۔ اگر حکومت کی قسمت میں یہ دھماکہ بھی ہے تو نور علیٰ نور اور اگر نفاذ شریعت کا دھماکہ نہیں کرتے تو ایٹم بم چلا کر تم نے کوئی کمال نہیں کیا۔ ایٹمی دھماکہ تو تم سے ہندوؤں نے دبا کر کرالیا۔ شاید ملکی احتجاج پر تم نہ کرتے۔ ہندوؤں کی دھمکیوں اور کشمیر کے بارڈر پر بھارتی فوج کی نقل و حرکت نے حکومت کو مجبور کر دیا کہ یہ بھی ایٹمی دھماکہ کرے اور بتائے کہ ہمارے پاس ایٹم بم ہے۔ اگر لڑو گے تو ہم ایٹمی اسلحہ استعمال کریں گے۔ یہ تو پڑوسیوں نے آپ سے بم چلوالیا۔ یہ آپ نے کسی پر احسان نہیں کیا' نہ اللہ پر' نہ اللہ کے رسول ﷺ پر' نہ قوم پر' نہ ملک پر۔ اب ایسا کرو کہ اللہ سے توفیق طلب کرو اور ملک پر اسلام نافذ کردو۔ اس قوم پر ایک احسان کردو۔ اسے نفاذ اسلام کی نوید سنادو۔ اور یہ یاد رکھو کہ جس مقابلے سے یا جس جنگ سے تم ڈرتے ہو یا کتراتے ہو وہ جنگ ہوگی مسلمانوں اور ہندوؤں میں جنگ ہوگی اور مثالی جنگ ہوگی۔ معمولی جنگ نہیں ہوگی 1965ء کی طرح گیارہ دن کی جنگ نہیں ہوگی اور سولہ سترہ دن 1971ء کی طرح جنگ نہیں ہوگی بلکہ ایسی جنگ ہوگی جسے جنگ کہتے ہیں اور جو تاریخ عالم کا حصہ بنے گی۔ انشاء اللہ العزیز مسلمان فتح پائیں گے۔ اسلام فاتح ہو گا اور پھر سے برصغیر پر لا الہ الا اللہ کا راج ہو گا۔ زیادہ دیر تک دہلی کے لال قلعے میں ہندوؤں کی پارلیمنٹ نہیں بیٹھے گی انشاء اللہ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات موجود ہیں آپ ﷺ نے بدر کے بعد ارشاد فرمایا تھا کہ جن لوگوں نے بدر میں شرکت کی ہے ان پر جنت واجب ہو گئی ہے اس کے بعد خواہ وہ کچھ بھی کریں۔ نیز فرمایا میری امت کا وہ طبقہ' وہ فوج' وہ جنگی جماعت جو قسطنطنیہ پر فتح کا پرچم لہرائے گی۔ بلاحساب جنت میں داخل ہوگی۔

اب میں آپ کو اپنے نبی ﷺ کا ارشاد سناتا ہوں اس جماعت کے بارے میں جو جہاد ہندوستان میں حصہ لے گی۔ حضرت ثوبانؓ نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عصابتان من امتی احرزھما اللہ من النار عصابتہ والھند و عصابتہ تکون مع عیسی بن مریم علیھما تغز السلام۔

(نسائی۔ کتاب الجہاد۔ ص 63' باب غزوہ الہند)۔

میری امت کی دو اور جماعتیں ایسی ہیں جن پر اللہ نے دوزخ حرام کردی۔ ایک جماعت وہ جو سرزمین ہند میں جہاد کرے گی اور دوسری وہ جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ہمراہ ہوگی۔

ان دونوں جماعتوں نے عہد نبوی ﷺ نہیں دیکھا ہو گا لیکن وہ فضیلت پاجائیں گے جو صحابہ کرامؓ نے بدر احد میں پائی تھی۔ دوزخ ان پر حرام ہے اور جنت ان پر واجب ہے۔ حضرات! ہند پر تو عہد صحابہؓ میں بھی لوگ آئے اور پھر تابعینؒ کے زمانے میں محمد بن قاسمؒ آئے۔ سارا ہندوستان فتح ہوا۔ لیکن یہ اس جماعت کی بات ہو رہی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوگی جس کے بعد پھر صرف ایک جہاد ہو گا جو عیسیٰ علیہ السلام کریں گے اور اس زمانے میں امام مہدی ہوں گے۔ اس اعتبار سے یہ آج کا جہاد ہے جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ہو گا اور اس کی اہمیت دیکھئے۔

حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

قال ابوہریرہ وعدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ الھند فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی ومالی فان اقتل کنت من افضل الشھداء وان ارمع فانا ابوہریرہ المحرر۔ (نسائی' ص 63' کتاب الجہاد' غزوۃ الہند)۔

جہاد پر وعدہ لیا ہے پس اگر میں نے اسے پایا تو اس میں اپنی جان اور مال سب خرچ کر دوں گا اگر مجھے قتل کیا گیا تو بہترین شہداء سے ہوں گا اور اگر لوٹ آیا تو آزاد ابوہریرہ ہوں گا۔

حضرات گرامی! آپ کا کیا خیال ہے کہ ہندوستان میں جہاد نہیں ہوگا؟۔ ہندوستان میں جہاد ہو گا انشاء اللہ اور مثالی ہو گا اور کتنے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جن کا مال اس میں کام آئے گا جن کی جان اس میں کام آئے گی جو جہاد میں حصہ لے کر فتح یاب لوٹیں گے۔ مجھے یاد ہے غالباً" 79-1978ء کا واقعہ ہے کہ ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوئے صبح جانے کے بعد حضرت

ہلیتہ رونق افروز ہوئے اور سلسلہ عالیہ کے بارے کچھ باتیں ارشاد فرمائیں اور پھر اچانک فرمایا کہ ہندوستان کے ساتھ جہاد ہو گا اور دلی پر جو شخص جھنڈا گاڑے گا وہ جرنیل ہو گا اور ہماری جماعت کا بھی ہو گا اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اسے اس قدر مسرت ہوگی کہ خوشی سے اس کا دل پھٹ جائے گا اور وہ شہید ہو جائے گا۔ آپ ذرا ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں اس بات کو دیکھئے جو حضرت نے اس وقت فرمائی اب 1998ء میں آکر پتہ چل رہا ہے کہ ایسا ہو گا۔ حضرات گرامی! ہم اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں من حیث الجماعت سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ بھی اور تنظیم الاخوان بھی' کہ اللہ کریم نے ہماری موجودہ حکومت کو یہ توفیق عطا کی ایٹمی دھماکہ کا بہت اچھا فیصلہ کیا۔ اگر امریکہ پابندیاں لگاتا ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ غریب تو پہلے ہی خالی پیٹ سوتا ہے اور خالی پیٹ اٹھتا ہے اگر فرق پڑے گا تو ان کو جو یہاں سے دولت لوٹ کر ڈالروں میں جمع کراتے رہے گویا غریب کے منہ سے چھینا ہوا نوالہ ان کے ہاتھ سے بھی کتے نے چھین لیا۔ بہت اچھا ہوا ہمیں اس کا کوئی افسوس نہیں کہ حکومت کا واپس لانے کا کوئی ارادہ بھی نہ تھا۔ اور حکومتی جماعت اور حزب اختلاف کے ارکان کا سرمایہ وہاں بہت تھا' چلو اچھا ہوا سب کا ایک ہی راستے گیا "مال حرام بود بجائے حرام رفت"۔ لوٹ کا مال تھا ڈاکوؤں نے اسے آگے سے لوٹ لیا۔

لیکن اب چاہئے کہ حاکمان وقت اللہ سے توبہ کریں اور اس ملک پر نفاذ اسلام کا اعلان بھی کر دیں تاکہ سارا کام مکمل ہو جائے۔ ہماری منزل نفاذ اسلام ہے اگر حکومت اسلام نافذ کر دے تو ہمارا ایک ایک بچہ قربانی دے گا۔ ہم جس قابل ہوں گے علمی' عملی' مالی' جانی اعتبار سے پورا تعاون کریں گے۔ لیکن ہم یہ بھی بتا دیں کہ اگر حکومت اسلام نافذ نہیں کرے گی تو ہمارا مطالبہ صرف ایٹمی دھماکوں کا نہیں تھا۔ ہمارے دو مطالبے تھے ایٹمی دھماکہ کیا جائے اور ملک پر اسلام نافذ کیا جائے۔ آپ نے ایٹمی دھماکہ کر دیا بہت اچھا ہوا۔ اب ہماری تحریک نفاذ اسلام کے لئے پہلے سے بھی زیادہ پرجوش ہو کر کام کرے گی اور اس میں کوئی چھپانے کی بات نہیں ہے۔ حکمران اسلام نافذ کر دیں ہم ان کے خادم ہیں' ہم ان کے ساتھ ہیں' اگر وہ اسلام نافذ نہیں کریں گے تو وقت آرہا ہے کہ لوگ انہیں اٹھا کر ایوان پارلیمنٹ سے باہر پھینک دیں اس بات پر کوئی ناراض ہو یا راضی رہے' یہ بات کسی کو پسند آئے یا نہ آئے' یہ الاخوان کا ماٹو ہے انشاء اللہ العزیز اس ملک میں اسلام نافذ ہو گا اور نفاذ اسلام کے بعد کفار کے ساتھ جہاد ہو گا اور وہ جہاد ہو گا جس کا نبی کریم علیہ الصلواۃ والسلام نے صحابہؓ سے وعدہ کیا تھا" صلاح عام ہے یاراں نقطہ دان کے لئے"۔ جنہیں اللہ نے عقل وشعور بخشا ہے ان کے لئے موقع ہے کہ آگے بڑھیں اور اس جہاد میں جان ومال سے شریک ہو کر اللہ کی رحمتوں سے جھولیاں بھر لیں۔ خوش نصیب ہیں وہ مائیں جن کے بیٹے شریک ہوں گے۔ خوش نصیب ہیں وہ بہنیں جن کے بھائی شریک ہوں گے خوش نصیب ہیں وہ بیویاں جن کے شوہر شریک ہوں گے خوش نصیب ہے وہ اولاد جس کے والدین شریک ہوں گے اور خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کی اولاد کو یہ سعادت نصیب ہوگی۔ جب اللہ کی مرضی نصیب ہو تو کافروں کا ساتھ سے کٹ جانا یہ انعام الہی ہوتا ہے۔ مجھے امریکہ کی ناراضگی پر بے حد مسرت ہے۔ الحمدللہ یہ زمانہ بھی آیا یہ وقت بھی رب کریم نے دکھایا اور انشاء اللہ دن بدن کفر کے مقابلے میں یہ قوم اللہ کے نزدیک تر ہوتی جائے گی اور انشاء اللہ وہ وقت قریب ہے جب اس ملک پر اسلام نافذ ہو گا اور یہ ملک برصغیر کو فتح کرے گا۔ جہاد ہو گا بڑے بڑے نامور اپنا نام روشن کریں گے اپنے دین کا نام روشن کریں گے اور یہ بنیاد بنے گا روئے زمین پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی۔ انشاء اللہ پھر سے ڈوبتا ہوا سورج مغرب کی اذانیں سنے گا تو ابھرتا ہوا سورج بھی لوگوں کو وضو کرتے ہوئے پائے گا۔

یہ روز روشن کی تیرگی ہے یہ دل جلانے سے دور ہو گی
چراغِ جاں سارے بجھ چکے ہیں انہیں جلانے سے دور ہو گی
ہے ذکر ربّ الفلق ضروری کہ حاکموں کی یہ صبح کاذب
حصار شب ہے یہ شب خوں کے تازیانے سے دور ہو گی

یہ اژدہاؤں کا جہاں زندہ بلاؤں کا جہاں
خاکی خداؤں کا جہاں ہاں اس جہاں کے درمیاں
مثل مسلماں چار دن اے نوجواں رہ کر بھی دیکھ
اے قیدی، ہر میروشاہ کب تک یہ ضبط لا الہ
یہ ضبط ہے یکسر گناہ جب تک نہیں کھلتی زباں
اب صاف صاف اپنا پیام اے نوجواں کہہ کر بھی دیکھ

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی اور صوبائی صدر لاخوان (گلگت) سردار رسول میر وشیر جہاں کی والدہ ماجدہ اور صوفی محمد امین (کوٹلی سیتان) کی اہلیہ محترمہ اور سلسلہ عالیہ بہاولپور کے امیر ملک عبدالرشید صاحب وفات پا گئے ہیں ان سب کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی لیاقت علی گل (کوئٹہ) کی زوجہ محترمہ' بیٹا' بیٹی' نواسی اور داماد ایک بس حادثہ میں انتقال کر گئے ان سب کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اذان کی برکت

سنہ 8 ہجری رحمت عالم ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں ایک مقام پر نماز کا وقت آگیا' حضور پرنور ﷺ نے اپنے موذن کو اذان دینے کا حکم دیا' اتفاق سے وہاں مکہ مکرمہ کے چند شوخ نوجوان بھی موجود تھے جو ابھی تک شرف اسلام سے بہرہ ور نہیں ہوئے تھے حالانکہ مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا اور وہاں اسلام کا نور بھی پھیلتا جا رہا تھا حضور تاجدار مدینہ ﷺ کے موذن اذان دے چکے تو وہ سب نوجوان تمسخر کے طور پر اذان کی نقل اتارنے لگے ان میں سے ایک نوجوان کی آواز بہت بلند اور دلکش تھی سرکار ﷺ نے ان سب نوجوانوں کو بلا بھیجا اور ان سے استفسار فرمایا' تم میں سے کون ہے جو بلند آواز سے اذان کی نقل اتار رہا تھا؟ سب نے اس خوش الحان نوجوان کی طرف اشارہ کیا' حضور پرنور ﷺ نے اس نوجوان کو حکم دیا کہ میرے سامنے اذان دو وہ نوجوان حکم کی تعمیل میں کھڑا ہو گیا لیکن اذان سے پوری واقفیت نہ تھی اس لئے سرکار ﷺ نے انہیں خود اذان بتانی شروع کی' حضور پرنور ﷺ کی زبان حق ترجمان سے جو کلمات سنے وہی دہرا دیئے' جوں جوں الفاظ دہرائے جاتے تھے سینے سے کفر و شرک کا زنگ دور ہوتا جاتا تھا اذان ختم ہوئی اور ساتھ ہی ان کے دل کی کیفیت بھی تبدیل ہو گئی' اسی وقت سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھنے لگے رحمت عالم ﷺ نے انہیں ایک تھیلی مرحمت فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی پھر آپ ﷺ نے اپنا دست بابرکت اس نوجوان کے ماتھے' چہرے' سینے' اور پیٹ پر ناف کی جگہ تک پھیرا اور تین مرتبہ یہ دعا دی' ترجمہ "یعنی اللہ عزوجل تیرے منہ میں برکت دے اور تیرے اوپر بھی برکت نازل فرمائے"

یہ خوش بخت نوجوان جس کو مدینے کے سلطان رحمت دو عالم ﷺ نے تین مرتبہ برکت کی دعا دی حضرت سیدنا ابو محذورہ جمحی تھے' اذان کا مذاق اڑانے والا ہمارے پیارے آقا ﷺ کے اخلاق کریمہ سے متاثر ہو کر سرکار دو عالم ﷺ کی غلامی میں آگیا اس سے ہمیں یہ درس ملا کہ جب بھی کوئی اس قسم کا واقعہ پیش آجائے تو بے جا سیخ پا ہونے کی بجائے حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

سوالات وجوابات

مولانا محمد اکرم اعوان (بمقام دارالعرفان منارہ ضلع چکوال مورخہ 97-7-4)

(موضوع مناصب، فیض، درود سلام، وساوس، جسم وروح)

سوال:- زندہ اولیاء کرام کے مناصب جیسے غوث، قطب، قیوم وغیرہ کیوں پردہ راز میں رکھے جاتے ہیں اور بس وفات کیوں DISCLOSE کئے جاتے ہیں؟

جواب:- میرے خیال میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ وہ ان کی زندگی میں پردہ راز میں رکھے جاتے اور ان کی وفات کے بعد Disclose کئے جاتے ہیں اولیاء اللہ کو جو مناصب عطا ہوتے ہیں من جانب اللہ یہ ایک نظام ہے رب العالمین کا۔ جس طرح دنیا میں بعض مادے کی اقسام کے ساتھ بعض خصوصیات وابستہ ہیں۔ آپ مٹی میں بیج ڈالتے ہیں وہ اُگتا ہے لیکن اسی مٹی میں آپ تھوڑی سی کھاد ڈال دیتے ہیں تو وہ اور کئی گنا بڑھ کر اُگتا ہے۔ اگر آپ اسے پانی دینے کا اہتمام کر دیتے ہیں تو اس میں اور زیادتی ہو جاتی ہے اب پانی میں ایک الگ قسم کی برکت ہے کھاد میں ایک الگ قسم کی برکت ہے۔ اب یہ ضروری نہیں کہ اس کھاد کو بھی اس بات کا پتہ ہو کر میرے وجود میں یہ برکت ہے بلکہ جہاں وہ کھاد پہنچے گی وہاں اگر پہلے ایک دانے سے ایسا بوٹا اگا جس میں سو دانے بن گئے ہیں تو شائد وہ ایک ہزار بن جائیں کھاد کی وجہ سے۔ اسی طرح جس طرح مادی دنیا کا یہ نظام ہے اسی طرح روحانی دنیا میں بھی بعض ذرات کو اللہ کریم وہ خصوصیات دے دیتے ہیں کہ ان کے طفیل یا ان کے تعلق کی نسبت سے بے پناہ برکات پہنچتی ہیں اب وہ کسے دیتے ہیں یہ جاننا ضروری نہیں۔ نبی کا اتباع فرض ہوتا ہے نبی کا اعلان ہونا اور نبی کا جاننا ضروری ہے ولی مطاع نہیں ہوتا بلکہ ولی خود مطیع ہوتا ہے سنت نبوی کا اور اس کی برکات یہ ہوتی ہیں کہ ان کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو اتباع سنت کی توفیق ارزاں ہوتی ہے اس لئے کسی ولی کی ولایت کا یا اس کے منصب کا اعلان نہ اس کی زندگی میں کیا جاتا ہے اور نہ اس کے مرنے کے بعد کوئی من جانب اللہ اعلان ہوتا ہے یہ جو لوگ اعلان کرتے ہیں یا ہم سمجھتے ہیں یہ ہمارا اپنا حسن ظن ہوتا ہے اس پر کوئی سند نہیں ہے اگر کوئی صاحب کشف سمجھ لیتا ہے یا جان لیتا ہے تو صاحب کشف کا کشف اگر شرعی حدود کے اندر ہو تو وہ خود اس کے ماننے کا مکلف ہے دوسرا کوئی فرد کسی دوسرے کے کشف کو ماننے کا مکلف نہیں ہے تو ایسی کوئی بات نہیں کہ ان کی زندگی میں پردہ راز میں رکھا جاتا ہے اور مرنے کے بعد DISCOLSE کیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ بعض لوگوں پر اللہ کا خاص کرم ہو جاتا ہے انہیں ولایت خاصہ نصیب ہو جاتی ہے پھر وہ اس مقام قرب کو پالیتے ہیں جہاں سینکڑوں، ہزاروں لوگوں کی بہتری یا فلاح ان سے وابستہ ہو جاتی ہے اور وہ بمنزلہ باران رحمت کے ہو جاتے ہیں اب اس میں خود ان کا جاننا یا واقف ہونا بھی ضروری نہیں۔ جس طرح سورج کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ جانتا ہو کہ اس کی ایک ایک کرن سے زمین پر کیا کیا تبدیلی آتی ہے اس کے جانے بغیر وہ سارا نظام چلتا رہتا ہے اسی طرح اہل اللہ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ عالم الغیب ہوں یا وہ سب کچھ جانتے ہوں یہ من جانب اللہ ان کے ساتھ وہ برکات وابستہ کر دی جاتی ہیں اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام یا حضرت الیاس علیہ السلام کے بارے میں بات چلتی رہتی ہے اہل علم کے ہاں کتابوں میں تفاسیر میں کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے۔ تو ایک بار یہ بات حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں ہوئی تو آپ نے فرمایا تھا کہ بعض ارواح ایسی ہوتی ہیں جن کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد اللہ کریم ان کے ساتھ اس طرح کے امور وابستہ کر دیتے ہیں جس طرح ملائکہ کے ساتھ ہیں۔ تو جس طرح بعض ملائکہ کے ساتھ اللہ کریم نے خصوصیات وابستہ کر دی ہیں بارش برسانے کا کام، پہاڑوں کا اہتمام، دریاؤں کی روانی کا، فصلیں اگانے کا اسی طرح بعض انسانی ارواح اس مقام قرب پر ہوتی ہیں کہ ان کے ساتھ اس طرح کی خصوصیات وابستہ کر دی جاتی ہیں ورنہ دنیا میں جو لوگ آئے گزر گئے۔ اپنے وقت پر اپنی زندگی پوری کر کے وفات پا گئے سوائے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا قرب قیامت پھر ان کا نزول ہو گا

اور اپنی عمر طبعی پوری کر کے ان کا وصال ہو گا اور حدیث شریف میں موجود ہے اور چوتھی قبر کی جگہ روضہ اطہر میں موجود ہے کہ پھر وہ وفات پا کر روضہ اطہر میں دفن ہونگے حدیث شریف میں موجود ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان اس طرح اٹھیں گے جس طرح بیچ کی دو انگلیاں پہلی اور آخری انگلی کے درمیان ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی قبر ہے ساتھ سیدنا فاروق اعظمؓ کی اور ایک قبر کی جگہ روضہ اطہر میں موجود ہے تو یہ ایسا نظام ہے جسے وہ خود ہی جانتا ہے اگر کسی سلسلے کے لوگ یا صاحب حال لوگ یا صاحب کشف لوگ یا صاحب نظر لوگ کسی کے بارے میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کے پاس یہ منصب ہے تو یہ ان کی رائے ہے اس پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی اور ظاہری اعتبار سے لوگ کسی سے رشد وہدایت کو دیکھ کر اسے قطب ارشاد لکھ دیتے ہیں یا کسی کی کرامات دیکھ کر اسے کوئی نام دے دیتے ہیں۔ بلکہ لکھنے والے تو اس طرح لکھتے ہیں جیسے کسی کو پہلے جرنیل لکھا جائے پھر کپتان لکھا جائے پھر حوالدار لکھا جائے یعنی انہیں ترتیب کا بھی پتہ نہیں ہوتا پہلے اسے قیوم زماں لکھیں گے پھر غوث جہاں لکھیں گے پھر قطب ابدال لکھیں گے پھر اخیر میں ابدال بنا دیں گے اوپر سے نیچے کو لے آتے ہیں لکھنے والوں کو تو ترتیب کا بھی پتہ نہیں ہوتا کہ ان مناصب کی ترتیب کیا ہے تو ان کے پاس کوئی دلیل اس طرح کی نہیں ہوتی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ سوال پیش کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے وصال کے بعد ہمارے پاس کیا معیار ہو گا کہ یہ بندہ ولی اللہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس بیٹھنے سے، جس کے ساتھ ملنے سے اللہ کی یاد آئے وہ ولی اللہ ہے یعنی ولایت کی دلیل یہ ہے کہ اس کا ساتھ اس کی صحبت یا اس کی مجلس آپ کو اللہ کی یاد عطا کر دے اور اگر یہ نہ ہو تو پھر وہ ولایت نہیں۔

سوال :- ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ میں اس وقت کون کونسے مناصب کے حامل اولیاء اللہ موجود ہیں؟

جواب :- میرے خیال میں بندہ کوئی ضرورت سے زیادہ ہی سادہ ہے چونکہ آج تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے لیکر اب تک میرے خیال میں کسی کے بارے کوئی اعلان تو چھپا نہیں تو کچھ لوگوں کو شوق ہے وہ خود ہی اپنے آپ کو بہت کچھ بنائے پھرتے ہوتے ہیں کچھ لوگ واقعی ہیں انہیں پتہ ہی کوئی نہیں تو یہ ایک رب العالمین کا نظام ہے اور حتمی علم اسی کے پاس ہے تو وہ جانے اور اس کا کام جانے جب برزخ میں پہنچیں گے تو حجابات اٹھا لئے جائیں گے اور ہر ایک کو پتہ چل جائے گا جس کے پاس منصب ہو گا اسے اپنے عزت واحترام کا، مقام کا، منصب کا پتہ چل جائے گا جس کے پاس نہیں ہو گا اسے اپنی حیثیت کا اندازہ ہو جائے گا۔

سوال :- اولیاء اللہ کی ارواح سے جس فیض کی بات کی جاتی ہے جہلا کے نظریے کو نظرانداز کر کے ارشاد فرمایئے کہ اس فیض سے کیا مراد لی جاتی ہے۔ اور سالک یہ فیض کن حوالوں سے حاصل کر سکتا ہے؟

جواب :- شرعی اعتبار سے جس چیز کو فیض کہا جاتا ہے وہ ہیں برکات محمد رسول اللہ ﷺ یوں تو سارا ہی فیض ہے، تعلیمات بھی فیض ہیں لیکن یہ فیض کا لفظ برکات کے لئے مختص ہو گیا ہے۔ یوں تو حضور ﷺ کا کوئی کسی کو جملہ پہنچا دے تو فیض ہی فیض ہے نور، علی نور ہے لیکن بعض صورتوں کے لئے بعض الفاظ یا اصطلاحات مختص ہو جاتی ہیں تو یہ لفظ فیض اصطلاح تصوف میں مختص ہو گیا ہے قلبی کیفیات کے لئے، باطنی برکات کے لئے، اس حالت کے لئے جس سے دل میں مثبت تبدیلی آنی شروع ہو جائے اور اس کا سفر یخرجھم من الظلمت الی النور کا مصداق بن جائے کہ اندھیروں سے، تاریکیوں سے، روشنی کی طرف، جہالت سے علم کی طرف، نامحرمی سے معرفت کی طرف اور بے عملی سے عمل صالح کی طرف جب سفر شروع ہو جائے تو اسے فیض کہا جاتا ہے اگر جہلا کی بات مان لی جائے تو ان کے نزدیک فیض مادی نعمتوں کا حصول ہے کہ فلاں قبر پر گئے تو اولاد مل گئی فلاں بزرگ کی فاتحہ دلوائی تو صحت ہو گئی یہ سارے نظریات جو ہیں یہ غیر اسلامی غیر شرعی اور ہندوانہ رسومات سے لئے گئے ہیں۔ دعا کرنا بندے کا حق ہے اللہ سے کرے مقام کا فرق پڑتا ہے جیسے آپ سڑک پر دعا کریں اس کی حیثیت اور ہے مسجد میں اگر دعا کریں تو مسجد کی وجہ سے کچھ اس میں اور برکات

آجائیں گی۔ اسی طرح اگر کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھ کر دعا کریں تو اس کی کیفیت کچھ اور ہوگی۔ کسی اللہ کے مقرب کے مدفن پر بیٹھ کر اللہ سے دعا کریں تو ان کی برکات کی وجہ سے اس کی حیثیت کچھ اور ہو جائے گی' اس میں یقیناً" مثبت تبدیلی آئے گی لیکن دعا بندے کی ہوگی' دعا اللہ ہی سے ہوگی وہ دے اس کی مرضی نہ دے اس کی مرضی اس میں صاحب قبر کا کوئی عمل دخل نہیں ہو گا۔ جہالت کی وجہ سے لوگوں نے توفیض دنیاوی امور کو سمجھ لیا ہے اور بڑی عجیب بات ہے کہ آپ اہل اللہ کی ساری زندگی پڑھ جائیں دنیاوی امور میں عموماً" یہ لوگ خود ساری زندگی آزمائشوں کا شکار رہتے ہیں چونکہ ان کی تمام توجہ دوسری طرف لگی ہوتی ہے اپنے بہترین اوقات اپنے شعبے میں صرف کر دیتے ہیں اور دنیا کے لئے تو فرصت بھی چاہئے وقت بھی چاہئے' توجہ بھی چاہئے' محنت بھی چاہئے ایک اصولی قاعدہ بھی ہے کہ ایک شخص دنیاوی کاموں کو پورا وقت نہیں دے پاتا پوری توجہ سے کر نہیں پاتا تو یقیناً" اس میں نقصان ہوگا تو ان پر چونکہ فکر آخرت کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ اس طرف اپنی اتنی مصروفیات بڑھا لیتے ہیں اس لئے عموماً" دنیاوی امور میں ہمیشہ یہ مشکلات کا شکار رہتے ہیں تو اپنی زندگی مشکلات کی نظر کر کے دنیا سے جان چھڑا کر برزخ میں جانے والوں کے سر میں درد ہے کہ وہاں سے اٹھ کر آپ کے دنیاوی امور میں سر کھپیں اپنے امور میں ساری عمر انہیں وقت نہیں ملا تو آپ کے لئے کونسی جھک جھک بک بک میں وہ پڑیں گے یہ محض اوہام ہیں اور برصغیر میں کچھ زیادہ ہیں کہ یہاں ہندوؤں کی تہذیب کے ساتھ مل کر اور خصوصاً" اکبر اعظم کے عہد کی جو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ ایک تہذیب بنی تھی اس نے بہت سے اثرات مرتب کئے بہت سی ہندوؤں کی رسومات اور نظریات ہم میں در آئے ورنہ اسلام بڑا سیدھا سیدھا سادہ سا مذہب ہے کہ بندے کو اللہ کے روبرو کر دیتا ہے رب جانے اور اس کا بندہ جانے۔

سوال:- شیطان لعین جب سالک کے دل میں شیخ کے خلاف وسوسے ڈالے بدظن کرنے کی کوشش کرے تو سالک کیا کرے؟

جواب:- میرے بھائی شیطان بدظن نہیں کرے گا تو شیطان کیا سفارش کرے گا کہ تم کسی نیک آدمی کے ساتھ رہو شیطان کو تو کرنا چاہئے اس کا تو کام ہے اسے کرنا چاہئے اور اگر وہ نہ کرے تو اس سے شکوہ کیا جائے گا لیکن ہر بندے کو وہ نہیں کرتا یہ اپنی اپنی ہماری حیثیت ہوتی ہے نبی علی الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عمر فاروقؓ جس راستے سے آرہے ہوں شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے یہ صحیح حدیث ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ کیوں چھوڑ دیتا ہے اسے پتہ ہے کہ میرا حربہ کارگر نہیں ہوگا بلکہ مجھے مار پڑے گی۔ ہم نے بھی اپنے مشائخ کے ساتھ عمریں بسر کیں اور ہمارے شیخ بھی بنی نوع انساں میں سے تھے سوتے بھی تھے' جاگتے بھی تھے' کھاتے بھی تھے' پیتے بھی تھے' لوگوں سے ان کے تعلقات بھی تھے' بعض سے اچھے تھے بعض سے اچھے نہیں تھے۔ مقدمات بھی بھگتتے تھے لڑائیاں بھی ہوتی تھیں زندگی کے سارے لوازمات تھے ہمارے پاس تو شیطان کو کبھی آنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ شیخ کے خلاف بات کرے اور ہزار بہکالیا ہو گا لیکن کبھی اس طرح کی بات نہیں ہوئی بلکہ میں نے ایک دفعہ کہا تھا یار یہ کوئی ضمانت نہیں ہے کہ ہم اس سلسلے میں رہیں گے نہیں رہیں گے ساری عمر نبھے گی نہیں نبھے گی لیکن یہ بات طے ہے کہ ہم رہیں یا نہ رہیں یہ جو کچھ ہے حق ہے اور اس کے خلاف تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں تمہاری باتیں نری باتیں ہوتی ہیں اور جو کیفیات جن میں سے آدمی خود گزرتا ہے ایک آدمی دھوپ میں کھڑا ہے اور دوسرا اسے دلائل دے رہا ہے کہ جی سورج نہیں ہے سورج نہیں ہے کیا وہ اپنی کیفیت پر اعتبار کرے یا اتنا گدھا ہے کہ اس کی باتوں میں آجائے گا تو یہ سب اپنی کمزوریاں ہوتی ہیں جب بندہ خود وقت نہیں لگاتا' محنت نہیں کرتا' توجہ نہیں کرتا شیطان تو کرتا ہے کوشش پھر کمزوری یہ ہوتی ہے آپ دنیاداری میں دیکھ لیں ہم دو بھائی ہیں آپس میں ناراض ہو جاتے ہیں کوئی تیسرا میرے بھائی کی برائی کرنے میرے پاس آجائے گا۔ اس لئے کہ وہ سمجھائے گا کہ اب یہ سننا چاہتا ہے لیکن ہم آپس میں نہیں بگڑتے تو میرا بھائی برا بھی ہے تو تیسرے آدمی کو میرے سامنے برا کہنے کی جرات نہیں ہوگی اسے یہ پتہ ہو گا کہ یہ برداشت نہیں کرے گا وہ برا ہے وجہ دو لیکن اسے اٹھ جانے دو پھر بات کریں گے شیطان بھی موقع

شناس ہے انہی سے بات کرتا ہے جہاں وہ دیکھتا ہے کہ گنجائش ہے یہ کمزور پڑ رہا ہے بد عملی کا شکار ہے۔ نمازیں چھوٹ رہیں ہیں۔ اذکار چھوٹ رہے ہیں اس کا رشتہ کمزور پڑ رہا ہے چلو گنجائش ہے درمیان میں کچھ ٹھوک دو تو شیطان کے لئے آپ گنجائش پیدا نہ کریں شیطان شیخ کے خلاف بات نہیں کریگا وہ اتنا ان پڑھ تو نہیں ہے آدم علیہ السلام کے زمانے سے مار کھا رہا ہے بڑا تجربہ ہے اس کا یہاں تو جس کی عمر پچاس سال ہو جائے وہ اپنے تجربے پر ناز کرتا ہے وہ پتہ نہیں کب سے مار کھا رہا ہے اس کا بڑا تجربہ ہے۔

سوال :- تصوف کے چار بڑے سلاسل کے بارے میں جو معلومات ملتی ہیں ان کے مطابق نقشبندیہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وساطت سے اور باقی تین سلاسل حضرت علیؓ کی وساطت سے نبی اکرم ﷺ تک پہنچتے ہیں۔ تابعین میں سے حضرت حسن بصریؒ کا نام ہوتا ہے تو کیا باقی صحابہ کرام جن میں عشرہ مبشرہ اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام کے نام سے کوئی سلسلہ تصوف نہیں چلا؟

جواب :- یار یہ باقی سارے صحابہؓ امیرالمومنین کیوں نہیں بنے سب کو بن جانا چاہئے تھا سارے صحابی تھے تو اگر امیرالمومنین ایک ہی تھا تو صاحب سلسلہ بھی ایک ہی ہو گا یہ سوال تو آپ کے ذہن میں نہیں آیا کہ عشرہ مبشرہ بھی تھے بڑے جلیل القدر صحابی تھے سارے جو سوا لاکھ کم وبیش صحابہ تھے حضور ﷺ کے وصال کے وقت سوا لاکھ امیرالمومنین کیوں نہیں بن گئے ارے میرے بھائی سوال کی کوئی تک ہوتی ہے اگر ایک شخص صاحب سلسلہ بنا تو وہ ان سب میں سے ایک تھا اور اس کے بارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ سورج نے طلوع نہیں کیا کسی پر کہ انبیاء کے بعد ابوبکر صدیقؓ سے افضل ہو۔ تم اس امت کی بات کرتے ہو حضور اسے ساری انسانیت میں نبیوں کے بعد افضل ترین بتا رہے ہیں تو بتاؤ جب سورج ہو گا تو چراغ کہاں جلیں گے سارے ہی سلاسل ابوبکر صدیقؓ سے نکلتے ہیں بات صرف یہ ہے کہ باقی سلاسل ابوبکر صدیقؓ سے فاروق اعظمؓ کو پہنچے ان سے حضرت عثمانؓ کو پہنچے ان سے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو پہنچے اور اس پر آکر بیشتر صحابہؓ کا عہد ختم ہوگیا تابعین کا عہد آگیا اور بات پھیل گئی اس پائے کا کوئی شخص پیدا نہ ہوا جو ایک مرکز ہوتا پھر کئی مراکز بن گئے بیشتر حضرات نے وہ برکات حاصل کیں اور بیشتر حضرات ان کے تقسیم کرنے والے بن گئے یہ الگ بات ہے کہ یہ چار سلسلے زیادہ مشہور ہیں جو پندرہ سلسلے تو "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں مذکور ہیں جو شاہ ولی اللہ نے لکھی تھی اور بیشمار ایسے سلاسل اولیاء اللہ کی کتابوں میں جن کا تذکرہ نہیں ہے دوسرے ممالک میں موجود ہیں یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ یہ چاروں سلسلے تھے جس طرح علوم ظاہر کے بیشمار اساتذہ بنے اب فقہ کے چار آئمہ ہیں لیکن کیا فقیہ چار ہی لوگ ہوئے ہیں۔ بیشمار لوگوں کو سعادت نصیب ہوئی لیکن یہ چار سلاسل یا چار راستے جو فقہ کے تھے وہ زیادہ معروف ہو گئے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور کوئی تھا ہی نہیں بیشمار برکات لیکن اس پائے کا کوئی بندہ نہ رہا جو ساری امت کے لئے ایک ہوتا پھر بہت سے مراکز بن گئے جو آگے جا کر سارے مل جاتے ہیں اور یہ بحث آپ بڑے شوق سے کتابوں میں تفصیل سے پڑھیں اور مطالعہ کی عادت ڈالیں۔

سوال :- حدیث مبارکہ ہے انما انا قاسم واللہ یعطی کا مفہوم واضح فرما دیجئے کس قسم کی عطا مراد ہے؟

جواب :- میرے بھائی نبی کس لئے مبعوث ہوتا ہے صحابہ کرام کھجوروں میں جب خوشے نکلنے کا وقت آتا تو عربوں کا ایک قاعدہ تھا کہ نر درخت کا "زردانہ" لیکر مادہ کے خوشے نکلنے کی جگہ پہ لگاتے تھے اس سے پھل کئی گنا بڑھ جاتا تھا تو ایک بار نبی کریم ﷺ نے فرمایا یار یہ تکلف کیوں کرتے ہو۔ پھل جو اس نے دینا ہے دے گی کچھ لوگوں نے نہ لگایا اور پھل کم آیا تو عرض کی یارسول اللہ اس طرح تو پھل زیادہ آتا تھا اس طرح کم آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے دنیا کے کام خود ہی بہتر جانتے ہو جس طرح اچھا ہے کر لیا کرو یعنی نبی کوئی کھجوریں اگانے کا طریقہ بتانے کے لئے مبعوث نہیں ہوا تھا نبی مبعوث ہوتا ہے بندے کو معرفت باری پہنچانے کے لئے اور یہ وہ کام ہے جو سوائے نبی اور رسول کے کوئی نہیں کر سکتا جب آپ ﷺ نے فرمایا میں قاسم ہوں تقسیم کرنے والا ہوں تو مراد وہی معرفت الٰہی ہے قرب الٰہی ہے، نور ہدایت ہے کہ اللہ عطا کرنیوالے ہیں اور میں تقسیم

کرنیوالا ہوں اور آپ ﷺ تقسیم کرنے کا فرمایا حق ہے لیکن آپ نے لٹایا ہے تقسیم کرتا اور ہوتا ہے اور لٹاتا اور ہوتا ہے یعنی جتنی جس میں ہمت ہے وہ لے جائے کسی پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پابندی نہیں لگائی کہ اسے اتنا ہی ملے گا اب یہ اپنا اپنا ظرف تھا جس کے پاس جتنا ظرف تھا جسے جتنا نصیب تھا جس میں جتنی ہمت تھی وہ لیتا گیا تو بعض لوگ اس سے مال و دولت اولاد دنیاوی چیزیں مراد لیتے ہیں اور دعا میں بھی حضور ﷺ سے دعا کرتے ہیں تو یہ اپنا اپنا ظرف ہے اگر کوئی نبی کریم ﷺ سے اگر کسی کو بات کرنے کی سعادت نصیب ہو جائے اور وہ آپ ﷺ سے بھی دنیا ہی مانگے تو پھر اس کا اپنا ظرف ہے۔

چونکہ دنیا تو ان کو مانگنی چاہئے تھی جو ساڑھے تین سال کے قریب شعب ابی طالب میں بھوک اور پیاس سے جلتے رہے۔ تپتی ہوئی ریت پر آگ برساتے سورج کے نیچے بیٹھے رہے اور پرانے جوتوں کا چمڑا جلا کر اس کی راکھ پھانک کر پانی کا گھونٹ پی لیتے اور یہ ان کے ایک وقت کا کھانا ہوتا تو وہ انہیں چاہئے تھا کہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ دعا کریں اگر عیسیٰ کی قوم پر پکے پکائے کھانے اتر سکتے ہیں تو ہمارے لئے بھی کوئی سہی من وسلویٰ نہ سہی دال روٹی سہی یہ چمڑے جلے ہوئے کھانے سے تو بچ جائیں انہوں نے کیوں نہیں مانگا۔ مکے میں جب پتھر پڑتے تھے صحابہ کرام کو خود رسول اللہ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے سجدے میں حضور ﷺ جاتے تو اونٹ کی اوجھڑیاں لا کر اوپر پھینک دیتے تو ان لوگوں کو چاہئے تھا وہ کہتے یا رسول اللہ ﷺ کوئی فرشتوں کی فوج منگائیں جو انہیں مار پیٹ کر بھگا دے اور ہمارے لئے شہر خالی ہو۔ دنیا مانگنی تھی تو وہ مانگتے وہ تو دنیا لٹاتے رہے کوئی دنیا سے بہت ہی زیادہ قیمتی چیز تھی جس کی طرف وہ لپکتے رہے محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک واقع ملتا ہے کہ ان سے ان کے امراء نے شکایت کی کہ ہمارے باپ دادا نسلوں سے آپ کے باپ دادا کے نمک خوار اور وفادار چلے آرہے ہیں لیکن آپ ایک گڈریئے کو ایک چرواہے کو' ایاز کو پکڑ کر جنگل سے لے آئے اور اسے آپ نے وہ منصب عطا کر دیا جو ہمارے پاس نہیں ہے ہم سے زیادہ آپ کے قریب تر وہ دربار میں بیٹھا ہوتا ہے بات ہم سے زیادہ اس کے سنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس کی بات زیادہ مانی جاتی ہے یہ ہماری حق تلفی نہیں ہے کیا؟ سلطان نے فرمایا اچھا میں آپ سب کی دعوت کرتا ہوں اور جو فتح سے مال غنیمت آیا ہے وہ بھی سب کو عطا کیا جائے گا اس کے بعد آپ کو اس بات کا جواب بھی دوں گا تو تمام اہل دربار کی دعوت کی گئی مال غنیمت میں جو اچھی چیزیں آئیں تھیں وہ جو سرداروں اور امیروں کا حصہ تھیں وہ سجا دی گئیں اس دربار ہال میں اور کھانے کے بعد اجازت دی گئی کہ جسے جو چاہئے اس پر ہاتھ رکھ دے وہ اسے مل جائے گا کہیں اسلحہ پڑا تھا کہیں خوبصورت گھوڑے کھڑے تھے۔ کہیں اشرفیاں پڑی تھیں' کہیں زرو جواہرات پڑے تھے' کہیں سونا پڑا تھا' چاندی پڑی تھی' کہیں کپڑے تھے کہیں کوئی مختلف چیزیں لگی ہوئی تو جو جس کے مزاج کے مطابق تھا جو چیز جسے پسند آئی سب نے جا کر ایک ایک ٹیبل پر رکھ لیا ایاز نے سلطان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا سلطان نے پوچھا یہ کیا اس نے کہا یہ اپنی اپنی ضرورت ہے انہیں مال و زر چاہئے مجھے آپ کا قرب چاہئے تو سلطان نے سب کو مخاطب کر کے بتایا کہ یہ فرق ہے تم میں اور ایاز میں تم نے اتنی سی دولت مانگ لی اس نے سلطان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ساری سلطنت ہی قابو کر لی سلطان جس کے ہاتھ میں ہے سلطنت اسی کی ہے تو میرے بھائی جس کو بارگاہ نبوت میں اگر یہ مقام حاصل ہے کہ حضور ﷺ سے بات کر سکتا ہے تو ضرور کرے ماشاء اللہ لیکن پھر ایسے لوگوں کا ظرف اتنا تنگ نہیں ہوتا کہ وہاں بھی وہ دنیا ہی کی بات کریں گے وہ تو بادشاہ کا دربار تھا اس میں دنیا دار بھی پہنچ گئے یہ بارگاہ اللہ کے رسول ﷺ کی ہے اور وہاں تک جانے والوں کا ظرف وسیع ہو جاتا ہے اگر دنیا مانگنی ہوتی تو ان لوگوں نے مانگی ہوتی یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے ساری دنیا ان کے قدموں میں بن مانگے ڈھیر کر دی لیکن انتہائی تنگی میں بھی انہوں نے معرفت الٰہی ہی طلب' کی قرب رسالت ہی طلب کیا' استقامت ہی طلب کی' دین ہی طلب کیا' کیفیات ہی طلب کیں' حال ہی طلب کیا' بھوک کاٹتے رہے لیکن دنیا طلب نہیں کی تو یہ وہم ہے جی فلاں جو ہے وہ یہ کر دے گا۔ وہ کر دے گا ایسی نہیں بات بلکہ

فیض سے مراد برکات ہیں۔ کیفیات میں۔

سوال :- مراقبہ میں روضہ اطہر پر الصلوٰۃ والسلام پڑھنا چاہئے یا سلسلے والا درود؟

جواب :- میرے بھائی جو بھی صلوٰۃ وسلام کوئی پڑھے اس کی مرضی لیکن میں ایک بات آپ کو بتا دوں کہ جو درود مسنون ہیں ان کا مقابلہ وہ درود نہیں کر سکتا جو آپ خود ایجاد کرتے ہیں اور بیشمار درود ایسے ہیں جن کے پڑھنے کا طریقہ خود حضور ﷺ نے بتایا الفاظ خود حضور ﷺ کے ارشاد کردہ ہیں کہ اس طرح سے درود پڑھو وہ سیرت میں ملتے ہیں انہی مسنون درودوں میں جو درود سلسلے کے حضرات نے پڑھنے کا فرمایا ہے تو اس میں دو برکات شامل ہو جاتی ہیں ارشاد نبوی ﷺ بھی اور مشائخ کا کہنا بھی۔

سوال :- اگر کوئی مسلمان گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہو تو کیا روح بھی دوزخ میں جائے گی؟

جواب :- تمہارا کیا خیال ہے دوزخ میں مردے جائیں گے بالکل زندہ بندہ ہی دوزخ میں جائے گا میدان حشر میں روح اور جسم دونوں برابر کے مکلف ہو جائیں گے دنیا میں جسم مکلف بالذات ہے روح اس کے تابع ہے۔ دھوپ، گرمی، سردی بھوک پیاس جسم پر براہ راست اثر کرتی ہے روح اس کے تابع ہے برزخ میں روح مکلف بالذات ہوتی ہے اور بدن اس کے تابع ہو جاتا ہے وہاں کی گرمی، سردی بھوک پیاس آرام عار براہ راست روح پر وار ہوتی ہے اور روح کی وساطت سے بدن کے ذرات تک پہنچتی ہے جب قیامت قائم ہوگی تو روح اور بدن دونوں برابر مکلف ہونگے حدیث شریف میں موجود ہے کہ ایک دوسرے سے بھی لڑ جائیں گے روح کہے گی بار الٰہا جب تک میں اس بدن میں نہیں آئی میں نے کوئی خطا نہیں کی یہ سب بدمعاشی اس کی ہے سزا اسے ملنی چاہئے میں اس میں پھنس کر گناہ میں شریک ہوئی جب تک بدن میں میں نہیں پہنچی میں نے گناہ نہیں کیا یہی سوال بدن بھی کرے گا۔ یا اللہ میں تو منتشر تھا زمین پر۔ میں نے کونسی خطا کی۔ یہ اس کے آنے سے ساری خرابی ہوئی جب تک یہ روح نہیں آئی تو میں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا اس کا سبب یہ ہے تو حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اللہ کریم انہیں ایک مثال دکھائیں گے دو شخص ہونگے ایک اندھا ہوگا اور ایک لنگڑا ہوگا وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہونگے درخت پر بڑے بڑے پھلوں کے خوشے لٹک رہے ہونگے تو وہ جو لنگڑا ہے اس اندھے سے کہے گا یار بڑے مزے کے پھل ہیں اس درخت پر لیکن میں تو وہاں پہنچ نہیں سکتا وہ کہے گا مجھے بتا اب اسے وہ کیا بتائے کہ خوشہ کدھر ہے وہ تو اندھا ہے توڑ نہیں سکتا۔ پھر وہ ایسا کریں گے کہ وہ اندھا اسے کہے گا میں تجھے کندھے پر بٹھا لیتا ہوں تو مجھے لے کر چل جس طرف جانا ہے بتا میں تجھے لے جاتا ہوں وہاں سے توڑ لیں گے پھر عیش کریں گے مل کر دونوں۔ تو وہ پھل توڑیں گے اور بیٹھ کر کھا رہے ہونگے تو اللہ کریم روح اور بدن سے پوچھیں گے کہ ان میں بتاؤ گناہ گار کون ہے کہیں گے خدایا دونوں برابر کے ہیں۔ فرمایا یہی حال تمہارا بھی ہے تم نے بھی یہی کیا اس لئے دونوں بھگتو تو اللہ دوزخ سے پناہ دے۔ دوزخ کے شب و روز بڑے طویل ہیں۔ اب کسی کو ایک دن کی قید بھی مل جائے تو سمجھو دنیا کے اعتبار سے کئی صدیوں پر محیط ہوگی اس لئے اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے تو اگلا حصہ اسی سوال کا ہے کہ یہ شخص شکل انسانی میں ہوگا یا کسی اور شکل میں۔ دوزخ میں انسانی حلیہ نہیں جائے گا دوزخ میں جانے والوں کی شکلیں مسخ ہو جائیں گی۔

سوال :- روح چونکہ عالم امر سے ہے اس کا دوزخ میں جانا عجیب معلوم ہوتا ہے؟

جواب :- بھئی دوزخ بھی تو اسی کی ہے جس کا عالم امر ہے اگر ہم بھیجنا چاہیں تو پھر تو بڑی عجیب بات ہے لیکن اللہ کے لئے کچھ بھی عجیب نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے اس نے اپنے پیمانے اپنے معیار مقرر کر دیئے ہیں اور اگر کوئی عالم امر سے آکر بھی عالم امر کو بھول جائے اور دنیا میں کھو جائے تو میرے خیال میں وہ تو زیادہ سزا کا مستحق ہے کم از کم اسے تو عالم امر یاد رکھنا چاہئے لہٰذا اس میں عجیب بات کوئی نہیں ہے اور اللہ کی قدرت کے مقابلے میں کچھ بھی عجیب نہیں ہے اس کے بتائے ہوئے جو راستے، اصول اور طریقے ہیں، درست ہیں۔

MONTHLY

AL-MURSHED

CPL # 3

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریر میں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر ۔ کہ قرآن
کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے ۔ اب تک
نو (۹) جلدیں چھپ چکی ہیں ۔ آرٹ پیپر پر مجلد
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ
اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5180467